رسائل ۱۵ ہم

[illegible] و اپریل — نمبر ۸۔۹

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

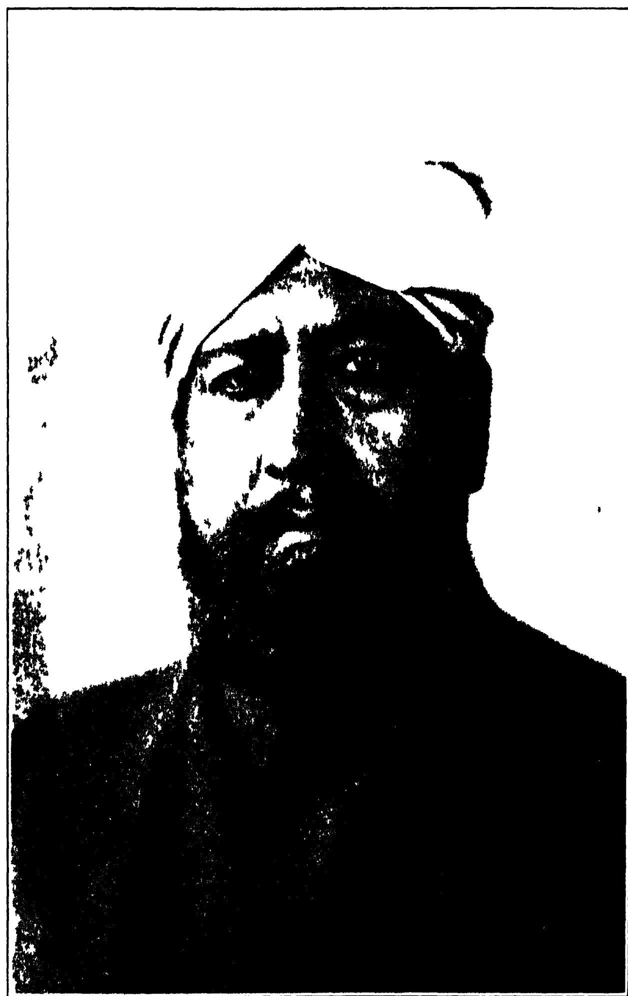
درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ

عزیز منزل۔ لاہور

ممالک غیر کیلئے صہ

شهد منكم فليصمه ۖ ومن كان مريضا
او على سفر فعدة من ايام اخر ۗ يريد الله
بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ز و
لتكملوا العدة و لتكبروا الله على ما هدىكم
ولعلكم تشكرون ٥ واذا سالك عبادي عني
فاني قريب ۖ اجيب دعوة الداع اذا دعان
فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون ٥
احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم ط
هن لباس لكم وانتم لباس لهن ۗ علم الله
انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم
وعفا عنكم ۖ فالئن باشروهن وابتغوا ما كتب
الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر ص
ثم اتموا الصيام الى الليل ولا تباشروهن
وانتم عاكفون في المسجد ط تلك حدود الله



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

شذرات

تشریح تصویر :- اس ماہ کے رسالہ کی تصویر سے اکثر معاونین مشن و قارئین کرام ناواقف نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کی یہ تصویر سنہ ۱۹۲۲ء میں لی گئی تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب اسی عارضہ دماغ کے شکار تھے۔ جو دماغی مشقت کا نتیجہ تھا حضرت خواجہ صاحب کے ذمہ کٹھن کام ہے۔ اور جس قدر تصانیف آپ آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ حتّٰے کہ بعض سال ایسے گذرے ہیں۔ کہ انھوں نے ایک ایکسال میں پانچ پانچ چھ چھ کتابیں دو دو صد ڈیڑھ ڈیڑھ صد صفحو نکی لکھی ہیں۔ ایک طرف یہ محنت شاقہ دوسری طرف مشن کے تفکّرات اگر وہ ایسی دماغی بیماریوں کے شکار نہ ہوتے تو تعجب خیز امر تھا۔ یہ تصویر انکے ایام بیماری کی ہے۔ لندن میں ایک مشہور کمپنی موسوم بہ "الفیری فوٹو گرافیٹ کمپنی" ہے جو مشاہیر عالم کے فوٹو لیا کرتی ہے اور جب کبھی پبلک میں ان مشاہیر کا ذکر کرنا ہوتو ہ نکے اہل مطابع اس کمپنی سے فوٹو حاصل کر کے اپنے صفحات کی زیب و زینت کر لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کمپنی نے حضرت خواجہ صاحب موصوف کی یہ تصویر انہیں اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے لی ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے اس دماغی عارضہ سے سنہ ۱۹۲۳ء میں آکر نجات پائی۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ انکے دماغی قویٰ ویسے ہی کام کرتے ہیں جیسے سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے +

اشاعت و توسیعِ اسلام

قدمِ ہمت اُٹھائو نصرتِ خُداوندی صرف تمہارے انتظار میں ہے

توسیع اسلام و تضعیف مسیحیت کے سوال کو سامنے رکھ کر اگر آج میں گذشتہ بارہ سال کے واقعات پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالوں تو مسلم مشن ووکنگ کے آغاز سے آجتک جو جو مذہبی انقلابات انگلستان میں ہوئے وہ کھلے کھلے طور پر کہہ رہے ہیں کہ **اشاعت اسلام** کے معاملہ میں نصرت خداوندی ہماری راہ دیکھ رہی ہے +

سنہ ۱۹۱۲ء میں جب میں انگلستان گیا تو گرجوں اور کنیسوں کو میں نے معمور پایا۔ جس مسیحی معبد میں اتوار کے دن مجھے استعلام و استعجاب لیگیا وہاں میں نے گرجا کی بنچوں اور کرسیوں کو زن و مرد سے بھرا پایا۔ آج بارہ برس کے بعد انگریزی زبان کے محاورہ میں "خالی بنچوں" سے مراد مسیحی معبد لئے جاتے ہیں ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک مذہبی کانفرنس منعقدہ انگلستان میں لندن کے لارڈ بشپ فرماتے ہیں۔ کہ لندن کی آبادی کے حصۂ شہر میں ایک کم پچاس گرجے ہیں۔ جن کے لئے سرکاری طور پر ۴۹ واعظ ہر اتوار کو مسیحی ضمیر کی حفاظت کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن وہاں اپنے سامنے بمشکل ۱۲ کی نفری عبادت کے لئے پاتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ریورنڈ سمپس کا بیان تھا۔ کہ انگلستان کے مضافات میں پچاس فی صدی حاضری کم ہو۔ شاید یہ اس کا خیال درست ہو گا لیکن جو نقشہ میں نے ووکنگ میں دیکھا ہے وہ تو قریب قریب لندن کے شہری حصے کی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے +

یہ تو حاضری کی حالت ہے لیکن عقائد میں جو تبدیلی گذشتہ سات آٹھ سال میں دیکھی اسکی نظیر تو تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی۔ کلیسی مذہب کی جو گت اس

تھوڑی سی مدت میں خود اپنے معلمان کے ہاتھ سے ہوئی۔ اسکی نظیر دنیا میں کوئی مذہب نہیں۔ آج انجیل۔ توریت کو خود معتبرین کلیسیہ نے محرف و مُبدل تسلیم کر لیا۔ ان کتب کے کثیر حصہ کو انسانی کلام قرار دیا گیا۔ مروجہ عقاید مذہب کے متعلق تسلیم کر لیا گیا کہ اُسے جناب مسیح کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ خمس موسیٰ کی کتابوں کے اکثر واقعات پایۂ صداقت سے گرے ہوئے تسلیم کئے گئے۔ زبور کے بعض حصص کو اس قابل نہ سمجھا گیا کہ وہ گرجا کی میز پر رکھے جائیں۔ خود جناب مسیح کی باتوں کو ناقابل عمل اور ایک خواب بین کے تخیلات سمجھے گئے۔ اور تو اور مسئلۂ طلاق کے متعلق بحث کرتے ہوئے علاقہ ڈرہم کے بشپ ڈاکٹر ہنسن نے ایک ہمارے جلسہ میں کہا۔ کہ تم قانون طلاق کے مصائب سے بچنے کیلئے اس کی ترمیم اسلئے نہیں ہونے دیتے کہ ایسی ترمیم جناب مسیح کے ایک فقرے کے خلاف پڑیگی۔ یہ فقرہ تو اس کتاب میں ہے کہ جس کی صحت پر بھی ہمیں شبہ ہے۔ اور پھر اگر جناب مسیح آج ہوتے تو حالاتِ موجودہ کو دیکھ کر جو کچھ فرماتے زیادہ عقل سے کام لیکر فرماتے۔ غور کا مقام ہے کہ یہ فقرہ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ ذمہ داری کے عہدے پر متمکن شخص کہہ رہا ہے۔ اور کہتا بھی اسکی شان میں ہے۔ جسے مسیحی دنیا خدا مانتی ہے۔ ایک مسلمان تو کسی پیغمبر کی شان میں بھی یہ فقرہ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ رہی الوہیت مسیح اُس سے بھی آج آفیشل طور پر انکار ہو گیا۔ یہ امور جن کا میں نے ذکر کیا۔ فرادیٰ فرادیٰ معلمانِ مسیحیت کے منہ سے نہیں نکلے۔ بلکہ سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک ہر سال ستمبر۔ اگست کے مہینے اکسفورڈ۔ کیمبرج یا کسی اور علمی مقام پر چوٹی کے پادریوں نے کانفرنسیں کیں۔ اور اُن کانفرنسوں میں باری باری یہ مسائل پیش ہوئے جنمیں بحث کے وقت انگلستانی کلیسیاء کے بہترین علماء نے حصہ لیا۔ اور مذکورہ بالا نتائج پر آئے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۱ء میں بمقام کیمبرج اسی قسم کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ انگلستان کا ایک مشہور فاضل ڈاکٹر راشڈل بشپ اوف کارلائل مسئلۂ الوہیت پر بحث کرنے کیلئے منتخب ہوا۔ اسکے اعلانات نے ایک دنیا کو حیران کر دیا۔ اس نے

کہا۔ کہ ہم مسیح کی الوہیت پر تو ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن جناب مسیح کے متعلق ذیل کے اعتقادات بھی رکھتے ہیں (۱) جناب مسیح جسماً۔ رُوحاً۔ عقلاً اور قوت ارادی کے رو سے انسان تھے۔ اور خدا ہرگز نہ تھے (۲) جناب مسیح کے منہ سے بولے الفاظ سے آپ کا خدا کے ساتھ رشتہ انسان اور خدا کا پایا جاتا ہے۔ کچھ فقرے چوتھی انجیل میں اس رشتہ سے آگے جاتے ہیں۔ لیکن وہ انجیل ہی معتبر نہیں (۳) اگر جناب مسیح کے معجزات یا ان کی ولادت مخصوصہ تاریخاً صحیح مان لی جائے۔ تو بھی اس سے وہ خدا نہیں ٹھیرتے۔ (۴) جناب مسیح کی رُوح ازلی۔ ابدی نہ تھی۔ ہاں اگر اور لوگوں کی رُوحیں بھی ازلی۔ ابدی تسلیم کر لی جاویں تو بھی سہی (۵) جناب مسیح کے معاصر بعض غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے مثلاً انہوں نے بعض دماغی بیماریوں کا نام آسیب۔ جن رکھا ہوا تھا۔ بائیبل کی بعض کُتب کو وہ خدا کی طرف سے سمجھتے تھے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اور جناب مسیح بھی ان غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ جناب مسیح کو آیندہ کے متعلق کچھ توقعات بھی تھے لیکن تاریخاً وہ ثابت نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ جناب مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں +

حیرت کا مقام ہے۔ کہ ان شروط و حدود کا پابند انسان کیوں خدا کے نام سے موسُوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر راشڈل کی پانچویں شرط تو اسے ہماری نگاہ میں ایک نبی کے پایہ سے بھی گرا دیتی ہے۔ اسی جلسہ میں ریورنڈ ماسٹر مین نے جو اکسفورڈ میں ایک بیت العلوم الٰہیات کے پرنسپل ہیں۔ کہا کہ مسیح کو اگر ہم ابن اللہ کہتے ہیں تو یہ حقیقی معنوں میں نہیں۔ بلکہ اخلاقی طریق پر۔ اور ان معنوں میں ہر ایک انسان خدا کا بیٹا ہے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ان اُمور کا ظہور آج ہوا۔ یہ تو برسوں کی تحقیق و تفتیش کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کا مقام ہے۔ کہ یہ سب کی سب باتیں ان بڑے بڑے چوٹی کے مُعلمانِ مسیحیت کے سینوں میں بند رہیں۔ لیکن جس وقت اسلام کو اللہ تعالےٰ نے انگلستان میں پھیلانے کا ارادہ کر لیا۔ اور ووکنگ میں جا کر علم اسلام نصب کر دیا۔ تو آغاز مشن کے تیسرے سال یہ باتیں نہایت اہتمام کے ساتھ ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی ۱۹۱۵ء سے ان

بڑے بڑے پادریوں نے باضابطہ جلسے کرنے شروع کر دیئے۔ اور خود اپنی تحقیق و تدقیق سے ان باتوں کا ابطال کیا۔ کہ جو مجھ جیسے سو آدمی بھی وہاں جا کر ایک پچاس سو سال تک محنت کرتے تو ایسا نہ کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کا یہ تو اسقدر کھلا کھلا نشان ہے کہ اگر ہم اسکی جناب میں سجدات شکر نہ کریں تو ہم گنہگار ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نصرت پر آکھڑا ہوا ہے +

قرآن کریم کی تعلیم اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ اس ایک اصول حقہ کو قائم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے افضال انسان کو آٹھوں پہر اپنا مورد بنانے کے لئے موجود ہوتے ہیں لیکن وہ افضال ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ جب تک کہ انسان کا قدم ان فضال کے حصول کیلئے نہیں اٹھتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ تم خدا کی طرف اگر ایک قدم اٹھاؤ تو وہ دس قدم تمہاری طرف آئیگا۔ کائنات کی چیز جس طرح انسان کی مدد کرتی وہاں بھی یہی قانون نظر آتا ہے۔ یہی قانون الٰہی مجھے **اشاعت اسلام** کے متعلق عملاً نظر آرہا ہے۔ اس قدر محققین انگلستان کا جنہیں سب کے سب کلیسیا کے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ دار ہیں۔ برسوں سے ان امور کی تحقیق کرنا۔ برسوں سے ان باتوں کو سوچتے رہنا کہ موجودہ عیسائی مذہب کہاں تک مذہب حقہ ہے۔ اور پھر نہایت خاموشی کے ساتھ نتائج بالا پر آجانا۔ لیکن ان سب کے اظہار کا وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں وہی قرار دیا جاتا ہے جب **اشاعت اسلام** کے لئے ایک قدم خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ ایک مسلم کی طرف سے اُٹھایا جاتا ہے۔ وہ قدم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک منداثرہ عقائد و خیالات کا قلع قمع نہ ہو جاتے۔ غیر مسلم مقامات میں اسلام کا پھیلانا گویا اس جگہ پر ایک نئی عمارت کھڑی کرنا ہے جہاں پہلے سے ہی بہت سی عمارتیں کھڑی ہیں۔ جبتک یہ عمارتیں نہ گریں۔ تب تک نئی عمارت کہاں قائم ہو۔ لیکن قربان جاؤں خدا تعالیٰ کے کہ ادھر ہندوستان سے ایک معمار جاتا ہے۔ اُدھر آسمان پر پہلی عمارتوں کے گرانے کا انتظام ہو جاتا ہے۔ ابھی اسے انگلستان میں قدم رکھے ہوئے تین سال نہیں ہونے پائے۔ ابھی اس کے پاس تعمیر کے سامان بھی جمع نہیں ہوئے کہ پُرانی عمارتوں کے انہدام کا کام

بڑے زور وشور کے ساتھ خدائی ہاتھ شروع کر دیتا ہے۔ یہ خدا کے ہاتھ نہیں تو اور کیا ہے کہ بشپ۔ ڈین۔ ڈیکن۔ آرچ ڈیکن۔ سب کے سب خود بخود مروجہ عیسائیت کے ایک ایک عقیدہ کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ ایک مسلم مبلغ کو فیصلہ قرآنی کے ماتحت انہیں یہ اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ انجیل و توریت کے بہت سے حصص میں انسانی ہاتھ کی آمیزش ہے۔ بلکہ ۱۹۱۵ء میں خود بڑے عہدے کے پادری انگلستان میں جمع ہو کر اسقف اعظم آرچ بشپ آف کنٹربری کے دربار میں میموریل پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم یہ حلف اٹھانے کو تیار نہیں کہ انجیل و توریت خدا کی طرف سے ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو ڈیکن بننے کے وقت ایک پادری کو کھانی پڑتی ہے۔ ان باتوں کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ینابیع المسیحیت میں کر دی ہے۔ اور یہ بھی کس قدر خدا کا فضل ہے کہ اس کتاب کی تصنیف نے دنیا پر ظاہر کر دیا۔ کہ مسیحیت کلیسیت کی کل کی کل مستعار تعلیم شمس پرستی سے لی گئی ہے حضرت مسیح۔ مریم۔ بیت اللحم۔ بیت المقدس چند ایک مقامات سنتے ہیں وہ الا کل کے کل حالات۔ حکایات۔ معتقدات۔ رسومات اور تہوار شمس پرستی کے ہیں جو جناب مسیح کی پیدائش سے صدیوں پہلے دنیا میں موجود تھے +

برادران اسلام! اب یہ آپ کے غور کا مقام ہے۔ کہ ہماری ایک ادنے سے ادنے کوشش کے مقابل اللہ تعالے کے افضال کس نئے انداز طریق پر ہمارے شامل حال ہوئے۔ کیا اگر ہم اپنی ان کوششوں کو کئی گنا کر دیں تو اس کی رحیمیت کا قانون مستمرہ ہماری کوششوں کے مقابل دس یا سو گنا نتائج مرتب نہ کریگا۔ خود غور کرو کہ ایک طرف تو نصرانیت مر مٹی۔ اس کی بنیادیں اکھڑ چکیں۔ اور تو اور خود اسکے معلم اس سے بیزار ہو چکے۔ سیاسی مصلحتوں کی مجبوری آج علے الاعلان انہیں اپنے مذہب سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ وہ چاہتے ہیں کہ نام تو انگلستان کے مذہب کا عیسائیت ہی رہے لیکن اس کا مفہوم کچھ اور ہو۔ بمقام پلائی موتھ (Plymouth) سنہ ۱۹۲۳ء میں جو کانفرنس بیٹھی۔ اس کا مقصد اس انہدام مذہب کے بعد اس کی نئی تعمیر کی کوشش تھی۔ انسان

سکے بنائے سے مذہب نہیں بنتا۔ یہ لاکھ کوشش کریں۔ یہ سب کوششیں بیہودہ اور فضول ہیں۔ اور نہ عامۃ الناس سیاسی امور کی خاطر اپنے ضمیر اور قلب کو بیچ سکتے ہیں۔ نہ وہ پولیٹیکل اغراض کیلئے ایمان فروشی کر سکتے ہیں۔ اسی امر نے گرجے خالی کر دیئے۔ اسی امر نے نئے پلیٹ فارم مذہب کے قائم کر دیئے۔ ان تمام نئے مذاہب کو جو اس وقت مغرب میں بن رہے ہیں خوب غور کر لو۔ خود قصر مسیحیت کی ان بنیادوں کو اکھاڑنے والوں کی ان کوششوں پر غور کرو جو وہ نئی عیسائیت کی تعمیر میں صرف کر رہے ہیں۔ ان سب کوششوں میں تم ایک ہی بات پاؤ گے۔ ان نئے مذاہب کا کل کا کل مصالحہ اسلام سے لیا جا رہا ہے۔ وہی اسلامی خط و خال ان نئے مذاہب میں نظر آتے ہیں چنانچہ اس موضوع پر میں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الی اسلام" (اسلام کیطرف) ہے۔[۱] اس کتاب میں دکھایا گیا ہے۔ کہ یہ مذہبی تحریکیں جو عیسائیت کی بربادی پر مغربی قلوب کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اپنی تعلیم و عقائد کیلئے اسلام کی مرہون احسان ہیں۔ میں نے اس کتاب میں مشہور تحریکوں میں سے ایک ایک کو لیکر یہ دکھلایا ہے کہ انمیں سے ہر ایک میں $\frac{3}{4}$ یا $\frac{7}{8}$ یا $\frac{9}{10}$ اسلام ہے۔ اور جہاں اختلاف ہے اسکی معقول طریق پر تردید کی گئی ہے۔ اور اس کے مقابل اسلامی صداقتیں دکھلائی گئی ہیں۔ بالمقابل امور ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام پر واقفیت حاصل کرنے کی کہاں تک مغرب میں خواہش ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مجھے ایک لیکچر کی خاطر پانچ چھ پونڈ صرف کرنے پڑتے تھے یعنی اسمبلی ہال کو کرایہ پر لیا جاتا تھا۔ اشتہار چھاپے جاتے تھے۔ کچھ چاء پانی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ بہت سا محصول ڈاک فرداً فرداً اشتہار بھیجنے میں صرف ہوتا تھا۔ پھر ان اخراجات اور محنتوں کے مقابل مشکل سے تیس چالیس آدمی لیکچر سننے کیلئے آجاتے تھے آج خدا کے فضل کا کہاں تک شمار کروں خود بخود انگلستان کے مختلف حصص مختلف سوسائٹیاں اور انجمنیں ہم سے خواہش کرتی ہیں۔ کہ ہم انہیں سال میں تین یا چار لیکچر اسلام پر

[۱] یہ انگریزی کتاب ۱۲ آنے قیمت پر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور سے ملسکتی ہے۔

دیں یہ مکان یہ اشتہار۔ انتظام ہر قسم کا ان کے ذمّہ ہوتا ہے۔ ووکنگ سے لیکچر گاہ تک لے جانے کا کرایہ بھی وہ دیتے ہیں۔ اگر اُن کے شہر میں قیام کرنا پڑے تو اخراجات مہمان نوازی بھی اُن کے ذمّے۔ اگر اب ہماری طرف سے کمی ہے۔ تو اس مطالب کے مقابل مبلغ نہیں۔ اگر دس بھی مبلّغ ہوں۔ اور انگلستان کے مختلف شہروں میں بیسیوں انجمنیں ہیں جہاں ہم جا سکتے ہیں۔ تو یہ سب کے سب ہر ہفتہ مصروف ہوں۔ جو حالت اس وقت انگلستان میں پیدا ہوگئی ہے۔ وہاں ہماری کوششیں ختم ہو جاتی ہیں۔ کہ ما علینا الا البلاغ۔ تبلیغ کے کل سامان پیدا ہوگئے اس سے آگے کام سلسلہ ہدایت کا ہو وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ سُننے والے چاروں طرف موجود ہیں۔ خوشی سے سُننا چاہتے ہیں لیکن سُنانے والے کہاں ہیں۔ بالمقابل ہمارے مسلم احباب ہندان خبروں کو پڑھتے رہتے ہیں۔ کہ وہاں کے لوگ برابر مسلمان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے مسلم بھائیوں کو یہ سُنکر حیرت ہوگی کہ یہ لوگ کن ذرائع سے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہی لوگ ہیں جنہوں نے انگلستان کے مختلف کتب خانوں میں اسلامک ریویو کا مطالعہ کیا۔ یا کسی نہ کسی طریق پر انہیں انگریزی لٹریچر پہنچیں۔ اچانک ڈاک والا ہمیں خط دیتا ہے اور ہمیں لکھا ہوتا ہے۔ کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میں فلاں دن اس غرض کیلئے ووکنگ یا لندن آؤنگا یا مجھے طریق اعلان لکھ بھیجئے۔ کیونکہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ یا وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو ان مختلف انجمنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں وقتاً فوقتاً ہمارے مبلغین وہاں جاتے ہیں۔ اب یہ حالات سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے مقابل ہمارا اگر کوئی شکریہ ہو سکتا ہے تو یہی کہ ہم اپنی کوششوں کو بڑھائیں۔ اور ہماری کوششیں دو قسم کی ہونی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اسلامک ریویو اور دوسرا اسلامی لٹریچر جو میں لکھتا ہوں۔ وہ کثرت سے یورپ میں مفت تقسیم ہو۔ اسی طرح مبلغین کی تعداد بھی بڑھائی جائے۔ یہ امر کونسا مشکل ہے

اگر مسلم برادران تھوڑی تھوڑی امداد کریں تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ایک صوبہ یا ایک ایک ضلع میں سے چند بزرگ اُٹھ کر تہیہ کریں۔ تو صوبہ چھوڑ ایک بڑے شہر میں سے ایک مبلغ کے اخراجات کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ میں بد قسمتی سے ایک قسم کی بے اعتباری پھیل گئی ہے۔ اس کا ایک سہل علاج ہے کسی مشہور شہر کے چند مسلم معتبرین تھوڑا تھوڑا چندہ کر کے ایک مبلغ کی تنخواہ کے کفیل ہو جائیں جیسے نام پر آپ ایک مبلغ رکھ لیا جائیگا۔ جو وہ بھیجیں وہ تنخواہ میں اسے دیدیا کرونگا۔ اسیطرح رسالہ اسلامک ریویو جس کی قیمت ساڑھے سات روپے سالانہ ہے جو شخص بھی ۱۰ روپے بھیجے۔ ہم ایک رسالہ اسکی طرف سے مفت انگلستان میں تقسیم کرینگے۔ اور جس غیر مسلم انگریز مرد یا خاتون کے نام یہ رسالہ مفت یورپ میں جاری کرینگے۔ اسکے نام و پتہ سے معطی کو اطلاع دیدینگے۔ ایک اور طرز بھی ہے۔ کہ اگر ایک شہر میں سال میں ایکدفعہ دو ہزار انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری ہو جائے۔ تو ہم اس کے مقابل ایک مشنری رکھ دینگے۔ اسی امر پر میں نے اگلے دن علی گڑھ کے طلباء کو مخاطب کیا۔ اگر مسلم یونیورسٹی کے طلباء سال میں ایکدفعہ تہیہ کر کے ہر طالب علم سے دو روپیہ کے اندر اندر چندہ لیلیں۔ تو ایک مشنری کے گذارے کا سامان ہو جاتا ہے۔ میں اپنے احباب پروفیسران مسلم یونیورسٹی کی خدمت میں اور ایسے بعض سر کردہ متعلمان یونیورسٹی سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کام میں حصہ لیں۔ ان گذشتہ بیس سالوں میں مختلف تحریکیں ہمارے سامنے آئیں۔ ان میں سے بعض تحریکیں ہمارے روپیہ۔ وقت اور توجہ کی کچھ دیر کیلئے مالک بھی بن گئیں۔ جہاں تک میری رائے ہے۔ ان تحریکوں کے محرک نیک نہاد لوگ تھے۔ انہیں صداقت بھی تھی۔ بعض ان نیک نہادوں کے ساتھ غلط کار بھی ملگئے۔ بہرحال کوئی اسباب ہوں مصلحت ربی نے اس وقت یہی ثابت کیا کہ اشاعت اسلام ہی کی ایک تحریک ہے جو سر چڑھی۔ اور کامیابی کا مُنہ دیکھ رہی ہے۔ حق الامر بھی یہی ہے۔ کہ قرآن کریم نے اشاعت اسلام کو تو ہم پر فرض کر دیا۔ اور اگر ہم اللہ تعالے کے اس حکم

کی عزت کریں۔ تو کیوں اللہ تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے۔ جہانتک میں اپنی قلبی کیفیت کو دیکھتا ہوں میں خیال کرتا ہوں کہ میری ان کوششوں کا ایک حصہ ختم ہو چکا۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھا دیا کہ عیسائیت کا انہدام ہو۔ لوگوں میں سے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔ ان کی توجہ اسلام کی طرف ہو جائے۔ وہ اسلامی مواعظ کو شوق سے سننے آئیں۔ یہ کام خدا تعالیٰ نے کر دیا۔ اور میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام کر دیا۔ اگر آج میں دنیا سے رخصت بھی ہو جاؤں۔ تو میں اس تسکین قلب کے ساتھ رخصت ہونگا کہ میری کوششیں ضائع نہیں ہوئیں۔ اسکے بعد یہ محض اس کا فضل ہے کہ وہ مجھے اور کامیابیوں کا منہ دیکھنے کے لئے زندہ رکھے۔ وہی اخبار جو تھا زمن کے وقت اسلام پر منہ چڑھاتے تھے۔ آج اسلامی محاسن کے معترف ہیں۔ اگلے دنوں انگلستان کے ایک مشہور روزانہ اخبار موسوم بہ ڈیلی مرر کو دیکھ کر میں سخت متحیر ہو گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ وہ دن گئے جب ہم اسلام پر منہ چڑھاتے تھے۔ اسلام کے بعض محاسن ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کی پیروی کریں تو ہمارے لئے بہتر ہے۔ اور تو اور وہ پردے کے متعلق لکھتا ہے کہ مسلم لوگ غیرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی عورتوں کا بے محابا پھرنا پسند نہیں کرتے اگر ہم بھی ان کے پردے کی پیروی کریں۔ تو یہ نظارہ عورتوں کا نہ ہو۔ جو ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں۔ سبحان اللہ! الحمد للہ!! انگلستان اور پردہ کی خواہش۔ یہ خدا کی بوالعجبیاں ہیں۔ یہ پرلے درجے کا کفران نعمت ہوگا۔ کہ اگر ہم ان حالات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مشن چل چکا۔ اس کے لئے باضابطہ دفتر مسجد ووکنگ انگلستان ولندن مسلم ہوس میں قائم ہو چکا۔ مکان اپنا موجود۔ دیگر اسباب دفتر ہم پہنچ چکے۔ مشن کا رسالہ موجود۔ ہر مشن کے موجودہ کارندے کسی زیادہ امداد کے محتاج نہیں۔ اب اگر ضرورت ہے تو یہی بات کی کہ کام کو بڑھایا جائے۔ آج سے کچھ تین چار برس پہلے اگر ایک روپیہ سے

ایک کام نکلتا تھا۔ تو آج اسی ایک روپیہ سے چارگنا کام نکل سکتا ہے۔ اس ضمن میں مجھے چند ایک محسنوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے ان تمام حالات کے معلوم ہونے پر میری آواز کو سُنا اور میری امداد کو پہنچے۔ ہماری مشکلات یہ ہیں۔ کہ اول تو یہ زمانہ ہی قحط الرجال کا ہے۔ پھر کچھ آدمی تیار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض مختلف مشنوں پر لگجاتے ہیں۔ اس وقت میرے سوائے صرف ایک مبلغ ووکنگ میں ہے۔ جو تیار ہوئے تھے وہ ہمارے ہی متعلق جرمن اور لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ اور کچھ اپنے روزگار میں لگ گئے۔ اس سال میں نے دو نئے مبلغ بھیجے ہیں ان سے معاہدہ ایک حد تک مستقل کام کرنے کا کیا ہے۔ انمیں سے ایک کے کفیل تو میرے محسن جناب جہانگیر میاں صاحب والئے منگرول (کاٹھیاواڑ) ہیں۔ انکی ذات با جود کا مشن ہمیشہ ہی سے مرہون احسان رہا ہے۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے میری اپیل کو سُنا اور ایک مشنری کے اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ ڈال لئے ہیں امید کرتا ہوں۔ وہ ایک قابل مشنری بن جائیگا تحصیل عربیت کا سامان بھی وہیں کر دیا گیا ہے۔ دوسرے محسن جناب مسامحت مآب صاحب عزّ و شرف حضرت سیدنا طاہر سیف الدین ہیں۔ آپ کو جسقدر مذہب اور خدمت مذہب کا شغف ہے وہ اُن کے منصب و حیثیت سے ظاہر ہے۔ انہوں نے میری اپیل کو فیاضانہ طبیعت سے سُنا۔ اور خدمتِ اسلام کیلئے ہر طرح تیاری ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ انا اجری الا علی اللہ +

کوئی کام مشکل نہیں۔ اگر مسلمان بھائی ہمت کریں۔ اور تھوڑی تھوڑی (اعانۃ للّٰہ صرف ۵ عـ ۵ رمضان) روپیہ اعانۃ مستقل رنگ میں ماہوار دیں۔ روز روز کی خط و کتابت اور استمداد میں وقت۔ محنت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ آج مشن کو بارہ سال ہو گئے شرعاً ایک بچہ بھی اس عمر پر بالغ ہو جاتا ہے۔ زمانہ نے ہمارے حالات سے آگاہی حاصل کر لی۔ ہمارا اچھا یا بُرا اخفا میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیاب کر کے دکھا دیا۔ آج یہی ایک کام ہے جس کی طرف سب سے پہلے مسلمانوں کو متوجہ ہونا چاہئے۔ یہی وہ کام ہے جسکے لئے

انبیاء علیہم السلام دُنیا میں آئے تھے یہی وہ وظیفہ ہے جو صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے تجویز کیا۔ ہندوستان کی بھی مشکلات کا حل اسی ایک کام سے ہے حساب کتاب کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں - جہانتک ہندوستان کی آمد و خرچ کا سوال ہے۔ وہ ماہوار چھپ جاتا ہے - انگلستان کا حساب ۱۹۱۹ء کے بعد نہیں چھپا - اسکی وجہ یہ ہے کہ پادریوں نے خاص طور پر ہماری آمد و خرچ کے متعلق تفحص کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ رینلڈ والٹر نے ہمارے مشن پر ایک کتاب لکھکر ہمارے حساب کتاب پر بھی تبصرہ کیا ہے - اور ہمارے ۱۹۱۶ء و ۱۹۱۷ء کے آمد و خرچ دیکھکر خوشی ظاہر کی کہ یہ مسلم مشن عنقریب تباہ ہو جائیگا کیونکہ اُسے بجائے پونڈوں کے ہماری آمد میں روپے نظر آئے - اور بجائے لاکھوں کے ہزار نظر آئے - وہاں تو پانی کی طرح روپیہ بہتا ہے اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ ہمارے مشن کے کارندے اگر ایثار سے کام نہ لیتے - اور انکے پورے حق الخدمت کو عیسائی مشنوں کے اصول پر شمار کر کے رپورٹ میں دکھلا دیا جاتا - تو پھر ہمارے اخراجات بھی بہت ہوتے - بہرحال خدا کی شان ہے مشن تو آج تک قائم اور کامیاب ہے لیکن وہ ہمارے مشن کے خاتمہ کی پیشگوئی کرنے کے ایک سال بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا - اسکی اس رپورٹ پر مجھے یہی خیال آیا - کہ ہمارے مالی معاملات مشن سے ہمارے مخالف آگاہ نہ ہونے پائیں - لیکن چونکہ مشن کلیتہً میرے ہی ہاتھ میں تھا - اور ایک ہاتھ میں مالی معاملات کا رکھنا اسی صورت میں درست ہے - کہ جب پبلک کو وقتاً فوقتاً اطلاع رہے - اگرچہ یہ کُل کا کُل کاروبار میری ذات کا ہی پیدا کردہ ہے - اور مشن کا ایک معقول حصہ اخراجات اس وقت میرے ہی قلم کا اندوختہ ہے - بہرحال میں نے یہی مناسب سمجھا - کہ جس صورت میں ولایت کے حساب کو شائع نہیں کرنا تو بہتر یہی ہے کہ مالی معاملات مشن ایک رجسٹری شدہ باضابطہ انجمن کی نگرانی میں آجائیں - علاوہ ازیں میں ۱۹۱۸ء کے اخیر سے برابر پانچسال دماغی عارضہ کا شکار رہا - جس سے کلی صحت مجھے گذشتہ سال میں ہوئی - بہرحال تبلیغی پالیسی اور عملہ مشن سے فرائض مفوضہ کے ادا کرنے کے علاوہ باقی کل معاملات انجمن مذکورہ کے ہاتھ میں ہیں - لیکن اب میں نے یہی پسند کیا کہ دفتر مشن ووکنگ انگلستان کی کُل کتب

حساب کی نقل باضابطہ کتاب کی صورت میں دفتر مشن لاہور میں بھی رہا کرے۔ جو مسلم بھائی
چاہے وہ اس حساب کو سکرٹری مشن کی اجازت و نگرانی میں دیکھ لے۔ میں آئندہ سال
کی ابتدا میں ولایت جاتا ہوں۔ ۱۱ر جانتے ہی حساب کو اس نہج پر لے آؤنگا +

اخیر میں پھر مسلمان بھائیوں کو عرض کرتا ہوں کہ یہ مشن اُن کا ہے۔ میں تو اُن کا ایجنٹ و
خادم ہوں۔ خود رات دن محنت کرتا ہوں۔ اور اپنی قلم سے ایک معقول رقم روپیہ کی کماتا ہوں
اور ان سب کا منافع مشن پر خرچ کرتا ہوں۔ میرا حق ہے کہ میں اپنی خدمات کے عوض
میں اپنے بھائیوں سے کچھ مطالبہ کروں۔ اور میرا مطالبہ یہی ہے۔ کہ وہ میرا ہاتھ بٹائیں +

۷ دسمبر ۱۹۲۴ء خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

سلطنت برطانیہ کے مذاہب کی کانفرنس

مذاہب کی کانفرنس کا انعقاد کوئی نیا خیال نہ تھا۔ اٹھائیس سال ہوئے ۱۸۹۶ء میں
ایک اسی قسم کی کانفرنس شکاگو (امریکہ) میں انٹرنیشنل پارلیمنٹ آف ریلیجنز (مذاہب
کی بین الاقوامی پارلیمنٹ) کے نام سے منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد برسلز۔ لیڈن۔
پیرس اور آکسفورڈ میں متعدد ایسی کانفرنسیں ہوئیں۔ ان کانفرنسوں میں مباحثات
کی بھی اجازت ہوتی تھی۔ جو بسا اوقات تلخ نتائج کے ساتھ ختم ہوتے تھے۔ لیکن موجودہ
کانفرنس کی ایک عجیب خصوصیت یہ تھی۔ کہ اسمیں بحث و مباحثات کو قطعاً دخل نہ تھا
جو پرچے وہاں پڑھے گئے۔ وہ پہلے سے سمجھدار افراد کی خدمتیں پیش کیئے جا چکے تھے
تاکہ وہ اپنا اطمینان کرلیں۔ کہ اسمیں دیگر مذاہب پر کوئی معاندانہ نکتہ چینی نہیں۔ اس کے
علاوہ شخصیتوں کی بیجا تعریف قطعاً ممنوع تھی۔ ہر پرچہ کا مضمون نو ہزار الفاظ پر مشتمل
ہوتا تھا۔ اور جو پرچے پڑھے گئے۔ ان پر کوئی بحث و مباحثات کی اجازت نہیں دیگئی +

کانفرنس کا افتتاح

اس کانفرنس کا افتتاح ۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء کو سہ پہر کے وقت اورینٹل انسٹیٹیوٹ لندن میں ہوا۔

۱؎ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب) ہو

گیلری کو مشرقی پردوں غالیچوں اور ہاتھ کی بنائی ہوئی تصاویر سے سجایا گیا تھا۔ چار سو آدمی کی حاضری تھی۔ وفادارانہ مسرت کا ایک پیغام ملک معظم کی خدمت میں بھیجا گیا جسکے جواب میں ہزمجسٹی نے بذریعہ تار شکریہ ادا کیا۔ جیپرمین نے کہا۔ کہ ہر ممکن کوشش اسبات کیلئے عمل میں لائی گئی ہے۔ کہ ان تمام مذاہب کے پرچے آجائیں۔ جن سے اس ملک کے لوگ عام طور پر واقفیت نہیں رکھتے لیکن مذہب کنفیوشس کے متعلق پرچہ حاصل کرنے میں محرکین کانفرنس کو ناکامی ہوئی۔ اور یہ غالباً صرف ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔ نہ کہ کوئی مذہب۔ نیز انہوں نے اعلان کیا کہ کانفرنس کی روئداد دو جلدوں میں شائع ہوگی +

سلطنت برطانیہ کی بنیاد مذہب پر

خطبۂ افتتاحیہ کرنل سر فرانسس ینگ ہسبینڈ نے پڑھا جسمیں انہوں نے بتایا کہ برطانوی حکومت تمام مذاہب سے برتاؤ کرنے وقت قطعی غیر طرفداری کا اصول اپنے سامنے رکھتی ہے لیکن حکومت کی یہ غیر طرفداری اس بات پر محمول نہیں کی جاسکتی۔ کہ اسے مذہب سے کوئی تعلق نہیں حکومت مذہب کے ساتھ غیر طرفداری کا برتاؤ کرسکتی ہے لیکن برطانوی افراد کے دل مذہب کا گہرا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سر فرانسس نے یہ بھی بتایا کہ آخری بنیاد جس پر سلطنت کو کھڑا ہونا چاہئے ضروری ہے۔ کہ مذہب ہو نہ کہ سیاسی نظام نامے یا اقتصادی معاہدات۔ حب الوطنی بھی اس کے لئے کافی نہیں۔ حب الوطنی سے اوپر اور اتحاد ترقی و اشاعت کا موجب مذہب ہونا چاہئے۔ جب تک سلطنت کی تمام اقوام روحانی اشیاء کو تمام دوسری چیزوں سے مقدم نہ کرلیں۔ وہ زندگی کی جدوجہد میں باہم ملکر کام نہیں کرسکتے +

ہندو مذہب

اس کے بعد پروفیسر آف کیمبرج صدارت کی کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اور ہندو مذہب کے نمائندہ پنڈت شیام شنکر کا جو پہلے سنٹرل ہندو کالج کے پروفیسر تھے۔ اور اب بنارس ہندو یونیورسٹی میں ہیں تعارف کرایا +

پنڈت شیام شنکر نے جو ایک خوبصورت مشرقی لباس میں ملبوس تھے سب سے پہلے برطانوی حکومت کی مذہبی رواداری کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے بہت سا وقت معتقدات کے تنوع

سے نے (Mahayana Buddhism) پر۔ آخری پرچہ میں وسط ایشیا چین اور جاپان میں بدھ مذہب کی اشاعت کا حال بتایا گیا +

زرتشتی مذہب

۲۵ نومبر کا دن زرتشتی مذہب جین مت اور جیوئی مذہب کے لئے وقف تھا۔ زرتشتی مذہب پر شمس العلما دستور کیقباد اردباد نوشیروان نے جو کن (ہندوستان) میں پارسیوں کے ہائی پریسیٹ ہیں پڑھا۔ اس پرچہ میں بتایا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو پارسی مذہب میں اہوزامزدا (خدائے دانا) سمجھا جاتا ہے۔ روشنی اور ظلمت دونو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور آگ اس کا ظاہر نشان ہے +

زرتشتی مذہب میں یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ انسان کی اعلیٰ غرض اور نصب العین الگ تھلگ اور گیان دھیان کی زندگی سے حاصل نہیں ہوتا۔ انسان اپنے اعلےٰ سے اعلےٰ کمال تک اس طرح پہنچ سکتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں رہے اور غربا اور محتاجوں کی خدمت کرے۔ روحانیت کی ترقی پارسی مذہب کا نصب العین ہے۔ لیکن بے کاری اس سے مراد نہیں۔ زرتشت کے دعاوی خالصتہً عقل پر مبنی تھے۔ اور کسی اعجازی طاقت کا دعویٰ انہیں نہ تھا۔ اخلاق کے متعلق زرتشتی مذہب میں جو تعلیم دیگئی ہے۔ وہ تکمیل کے لحاظ سے اس پایہ کی ہے جیسے کسی دوسرے مذہب کا اخلاقی ضابطہ۔ وہ کسی دوسرے مذہب کے اخلاقیات کے لئے مضر نہیں +

جین مت

جین مت کے متعلق رائے بہادر جگمندر لال جینی چیف جج اندور (ہندوستان) نے پرچہ تیار کیا تھا۔ اسکی سب سے بڑی تعلیم یہ بتائی گئی۔ کہ تمام زندہ چیزوں کو ضرر پہنچانیسے احتراز اعلےٰ ترین مذہب ہے +

ان کے نزدیک نباتات حیوانات اور انسان اور ایسا ہی شیطان اور ملائکہ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ رہینگے۔ ایسا ہی نجات یافتہ روح اپنی اعلےٰ ترین حالت میں۔ اور رحمت و برکت اور غیر فانی ہوتا ایک دائمی حقیقت ہے۔ اس آخری حالت تک ہم صرف اسی

صورت میں پہنچ سکتے ہیں کہ ضرر رسانی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اور یہ بے ضرر رسانی کی حالت غصہ اور جذبات کو دبانے اور دور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چین میں مت میں انسان کے اوضاع و اطوار کے قوانین محبت۔ رحم۔ مہربانی شفقت باہمی احساس اور ہمدردی پر مبنی ہیں۔ چینی لوگ لازمی طور پر گھاس خور ہیں +

صوفی مذہب

صوفی مذہب پر بھی ایک پرچہ میں جو حافظ روشن علی صاحب نے تیار کیا تھا روشنی ڈالی گئی۔ اسمیں بتایا گیا۔ کہ سچے صوفی وہ ہیں۔ جو پورے اخلاص اور دل کے ساتھ اپنی باطنی صفائی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تمام بُری خواہشات کو اپنے دل سے نکال دیتے ہیں۔ ایک صوفی صرف اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس سے محبت کرنے سے ہی حقیقی صوفی بن سکتا ہے۔ ہندوستان میں صوفیوں نے باطنیات کے اصول پر بہت سے مذاہب کو جمع کرنا چاہا ہے +

برھمو سماج

برھمو سماج کے متعلق مسٹر این۔ سی۔ سین نے پرچہ پڑھا۔ آپ مشہور مسٹر کیشب چندر سین کے بیٹے ہیں۔ جو اپنی وفات ۱۸۸۴ء سے پیشتر برھمو سماج کے لیڈر تھے۔ سر ایڈورڈ گیٹ جو انڈین سینس کمشنر (کمشنر مردم شماری ہند) رہ چکے ہیں۔ کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ مسٹر سین نے فرمایا۔ کہ سماج کی بنیاد ۱۸۲۸ء میں راجہ رام موہن رائے نے رکھی تھی۔ ویدوں کے غیر محرف منزل ہونے کا خیال ترک کر دیا گیا ۱۸۵۷ء میں کیشب چندر سین اس سلسلہ میں داخل ہوئے اور بہت بڑا رسوخ انہوں نے حاصل کر لیا۔ اپنے معتقدات کے لحاظ سے سماج کے لئے بطور جز کے ہیں۔ اور ایک فریق جس کی آپ نے رہنمائی کی۔ آخر کار اصل سوسائٹی سے علیحدہ ہو گیا +

اس سماج کی تعلیم ہے کہ انسان کی مذہبی حالت ترقی پذیر ہے۔ برھمو سماج والوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر مذہب میں صداقتیں مل سکتی ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام

مذاہب جو دنیا میں قائم ہیں۔ صحیح اور سچے ہیں۔ وہ ایک ہی بزرگ و برتر ہستی یعنے اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اوتاروں پر ان کا ایمان نہیں۔ روح کے غیر فانی ہونے اور اسکی ترقی پذیر حالت پر ان کا ایمان ہے۔ اور اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اخروی زندگی کو بھی وہ مانتے ہیں جسمیں حالت ادراک موجود ہوگی۔ خدا سے محبت اور اسکے کام کرنے میں اسکی عبادت بھی شامل ہے اخلاقی صداقت دانائی کا حصول مخلصانہ احساسات کا پیدا کرنا ان کے رسوم ورواجات نہیں۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے پیغمبر ایک روحانی سلطنت کے بنانے والے ہیں۔ اور ان سب کے آگے وہ سر اطاعت خم کرتے ہیں +

آریہ سماج

اسکے بعد شکارپور (سندھ) کے پروفیسر پھیروانی نے آریہ سماج کے متعلق اپنا پرچہ پڑھا۔ سر اڈورڈ گیٹ ابھی تک کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ پروفیسر موصوف نے بتایا۔ کہ دیانند سرسوتی جنھوں نے آریہ سماج کی بنا رکھی ہے۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں کاٹھیاواڑ کے اندر برہمنوں کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے تمام شمالی ہندوستان کا سفر کیا اور بت پرستی۔ ذات پات اور فرقوں کے امتیازات کے خلاف تعلیم دیتے پھرے برہمو سماج نے کسی مقدس کتاب کو جسمیں وید بھی شامل ہیں قابل اعتبار ماننے سے قطعاً انکار کر دیا تھا۔ لیکن دیانند نے دوسری کتابوں کو جو ویدوں کے بعد نازل ہوئیں رد کرتے ہوئے بتایا کہ وید ہی ایسی کتابیں ہیں جنمیں علوم صحیحہ پائے جاتے ہیں۔ اور کہ ایک آریہ کا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ وہ ان کو پڑھے پڑھائے اور ان کا وعظ کرے۔ آریہ سماج کے پیرؤں کی تعداد اس وقت پانچ لاکھ ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ تمام سچائی علم اور ہر چیز کی جو معلوم ہو علت العلل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام علم ہے۔ تمام خوبصورتی ہے وہ جسم نہیں رکھتا۔ قادر مطلق ہے منصف ہے۔ رحیم ہے۔ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ وہی ابتدا ہے۔ کوئی اس سے مقابلہ کے لائق نہیں۔ غیر فانی ہے۔ ڈر اور خوف سے آزاد ہے اور صرف وہی تمام کائنات کا اصل باعث اور اسکی علت ہے۔ اس سماج کا مقصد یہ ہے کہ ہندو مذہب کو اندرونی طور پر پاک صاف کیا جائے۔ اور عیسائیت اور اسلام کے حملوں سے

اسکی حفاظت کی جائے" سر ایڈورڈ گیٹ نے بیان کیا۔ کہ شدھی کے متعلق آریوں کی جدوجہد کو ہی زیادہ تر ان عناد اور تفرقہ کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ جو اس وقت ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے +

بہائی مذہب

اس کے بعد ڈاکٹر والٹر والش کرسئی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ اور بہائی مذہب کے متعلق پرچہ پڑھا گیا۔ جو حیفہ (فلسطین) میں اس مذہب کے رئیس شوگی آفندی نے تیار کیا تھا۔ اس پرچہ کے ساتھ ایک تتمہ عبد البہا کے پوتے روحی افنان نے لکھا تھا اس مذہب کے بانی کو اپنے وطن (فارس) میں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور ہزارہا پیروؤں سمیت اسے شہید کیا گیا۔ یہ مذہب اسلام سے پیدا ہوا۔ اور زیادہ مغربی ممالک میں اس نے اپنا قدم جمایا۔ اس نے نسل انسانی کی وحدت کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ کہ مذہب علم و عقل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اور کہ مرد اور عورتیں تمام حالات اور مراتب کے لحاظ سے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اور کہ ایک عالمگیر زبان اور ایک بین الاقوامی عدالت ہونی چاہئے۔ جو تمام اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور عالمگیر صلح و امن کی حکومت دنیا میں قائم ہو۔ اگر ماں باپ صرف ایک ہی بچہ کو تعلیم دلانے کی توفیق رکھتے ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ لڑکے کو ترجیح نہ دیں۔ بلکہ لڑکی کو ترجیح دیں۔ کیونکہ نسل انسانی کی سب سے پہلی معلمہ مائیں ہیں۔ روحی افنان نے اسبات کا ادعا کیا۔ کہ موجودہ اجتماعی اور سیاسی تحریکات جو عورتوں کی ترقی کے متعلق ہیں لیگ اقوام کا قیام۔ ایک عالمگیر زبان بنانے کے متعلق کوششیں اسبات کا ثبوت ہیں کہ اس مذہب کی سپرٹ نسل انسانی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہی ہے +

تاؤ مذہب

تاؤ مذہب کے متعلق مسٹر ہام ٹی شن (ایک چینی مسیحی) نے پرچہ تیار کیا تھا جو آجکل آکسفورڈ میں تقابل مذاہب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ پرچہ ۲۹ ستمبر کو پڑھا گیا۔ اسمیں بتایا گیا کہ مذہب کنفیوشس، اور تاؤ مذہب ایک ہی مخزن "آئی چینگ" یا بک آف چینج (تبدیلی

کی کتاب سے نکلے ہیں۔ اول الذکر مذہب میں اخلاقی اور سیاسی پہلوؤں کی نشوونما کی گئی ہے۔ اور مؤخر الذکر میں جو لاؤ تزو (Laotse) کے زیر اثر مذہب کنفیوشش کا ہمعصر ہے۔ باطنی اور مذہبی عناصر کو ترقی دیگئی ہے۔ تاؤ مذہب کا موجودہ "پوپ" جو چنگ لاؤ لنگ ہے جس نے اس مذہب کی بنا ایک منظم سوسائٹی کی شکل میں رکھی براہ راست شجرہ میں باسٹھواں خلیفہ ہے چین کے لنگ ہو پہاڑ پر اقامت پذیر ہے +

سکھ مذہب

اس کے بعد نابھہ کے سردار خان سنگھ کا پرچہ سکھ مذہب پر پڑھا گیا۔ سر پیٹرک فیگن اس وقت کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ اس پرچہ میں بتایا کہ سکھ مذہب کے بانی مبانی حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۱۴۶۹ء سے ۱۵۳۶ء تک زندہ رہے انہوں نے اپنی زندگی کے ایام مذہبی غور و تدبر اور درس و تدریس میں گذارے۔ ان کی تعلیم تھی۔ کہ خدا ایک ہی ہے۔ جس کی مختلف شکلوں میں عبادت کی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ سب لوگوں سے صلح کا طریق اختیار کریں۔ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے ذات پات کو اُڑا دینے کی تعلیم دی۔ اور مقدس مقامات کی زیارت اور راہبانہ زندگی سے منع کیا۔ اور روزانہ زندگی میں اللہ تعالیٰ سے اتحاد پیدا کرنا سکھایا +

قدیم دقیانوسی معتقدات

مسٹر بیکر نے جو کینیا کے محکمۂ جنگلات میں ملازم رہ چکے ہیں "مشرقی افریقہ کے بعض مذاہب" کے عنوان سے ایک پرچہ پڑھا۔ انہوں نے بتایا کہ کینیا کی مرتفع زمین سادہ مزاج باشندے قدرتی حالت کے بالکل قریب ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ نگئی یعنے خدائیتعالیٰ کی ہستی کے وہ قائل ہیں۔ اور ان کا خیال ہے۔ کہ وہ کینیا کے برفانی پہاڑوں پر رہتا ہے۔ یہ بہت بڑی سپرٹ جس نے اشیاء کو پیدا کیا ہے۔ نہ کوئی ابتدا رکھتی ہے نہ انتہا۔ نہ اس کا باپ ہے نہ ماں۔ نہ اسکی شادی ہوئی۔ نہ اس کے ہاں کوئی بچے ہیں۔ کبھی وہ بدلتا نہیں۔ کل بھی وہی تھا۔ آج بھی وہی ہے اور ہمیشہ وہی رہیگا۔ سورج۔ چاند اور مینہ سب کے سب "نگئی" کے مظاہر قدرت ہیں۔ اور اسی

کے توسط سے اس کی عبادت کی جاتی ہے بعض مقدس درخت ہیں جن کے نیچے نمازیں پڑھی جاتی اور قربانیاں کی جاتی ہیں۔ کوئی معبد اس غرض سے موجود نہیں۔ عام طور پر ان کی دُعائیں مادی اشیاء یعنے بھیڑوں اور بکریوں اور بچوں کے لئے ہوتی ہیں کوئی لٹریچر ان کے ہاں نہیں۔ صرف باپ کہانی اور گیت وغیرہ کے ذریعہ اس مذہب کی تاریخ اپنے بیٹوں کو بتاتے ہیں +

آباؤ اجداد کا خوف

آر جے ڈیکن ولیمس نے جو نیوزیلینڈ کے رہنے والے ہیں موری ادیان کے متعلق ایک پرچہ پڑھا اور بتایا۔ کہ موری مذہب کے بڑے بڑے معتقدات یہ ہیں کہ موریوں کے ہاں ایک اللہ تعالیٰ کا کوئی خیال نہیں۔ بلکہ ان کا ایمان ہے۔ کہ یہ کائنات بیشمار روحوں کے زیر حکم ہے۔ جو انسان کی دشمن ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ رُوحیں انسانی اعمال کی نگہبانی کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے اور کہ جب کبھی انسان کو ایسے امور سے واسطہ پڑتا ہے جس سے کسی ایک رُوح کا گہرا تعلق ہو۔ تو اسکی قربانی ضروری تھی یہ بھی بتایا گیا۔ کہ موری عقیدہ کے پیرو اپنے آباؤ اجداد کی عبادت کرتے ہیں لیکن اگرچہ وہ انہیں خدا کے منصب پہ بٹھاتے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق باقیماندہ اشیاء سے بڑھ کر خوف ان کے دلوں میں ہوتا ہے +

ایک کتے کی غیر متابعت

مغربی افریقہ کے مذاہب کے ایک بیان میں کپتان میلکم نے بتایا کہ کیمرون کے بانٹو زبان بولنے والوں کا خیال ہے۔ کہ خدا دو قسم کا ہے۔ ایک اچھا یا نیک ہے اور دوسرا بُرا۔ سوڈان کے بعض قبائل ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ جن کی بہت سی رُوحیں ہیں۔ بُرے خدا کا طریق رہائش اسی طرح بتایا جاتا ہے۔ جیسے اسکی عبادت کرنیوالوں کا۔ لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ دنیا کو پیدا کرنیکے بعد اس نے متعدد انسانوں کو ہر کا حکمران بنا دیا۔ اور دُنیا میں ہر ایک مصیبت کی اصل وجہ ایک کُتے کی نافرمانی ہے جو وہ اپنے معبود کے احکام کی کرتا ہے +

اسلام

ویمبلے کانفرنس لنڈن

حسب وعدہ ہم ان اوراق میں اس مضمون کے ایک حصہ کا ترجمہ دیتے ہیں جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان کی طرف سے مکرمی جناب یوسف عبداللہ سابق ڈپٹی کمشنر فتحپور (یو۔پی) نے ویمبلے کانفرنس لنڈن میں پڑھا مضمون کیا ہے گویا کوزہ میں دریا کو بند کیا ہوا ہے۔ اس مضمون کی نزاکت اور اس کے لکھنے کی مشکلات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے نو ہزار الفاظ کے اندر اندر قرآن کریم کی تعلیم کو جمع کر دیا ہو منتظمین کانفرنس کی طرف سے یہی شرط تھی۔ کہ کوئی مضمون نو ہزار لفظ سے زیادہ نہ ہو۔ اس کانفرنس میں عیسائی اور یہودی مذہب کی نمائندگی نہیں ہوئی۔ اسکی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ انگلستان میں یہ دو مذہب پہلے سے ہی موجود ہیں۔ بلکہ اسلئے ہوا کہ یہ مذہب اب مغرب میں مذہب ہی نہیں سمجھے جاتے بلکہ عیسائیت اور یہودیت اب قوموں کی فہرست میں آ گئے ہیں۔ یہ ایک سیاسی پہلو ہے اعتقاداً تو لوگ عیسائی رہے نہیں۔ نہ اپنے مذہب کو وہ عیسوی تعلیم کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے اب مسیحیت قوم کا نام رکھ دیا گیا ہے تاکہ قوم کے افراد میں افتراق اور انتشار بھی نہ ہو اور جسکی جو مرضی ہو وہ مذہب اختیار کرے۔ اس کانفرنس میں ہر ایک مذہب کی نمائندگی ہوئی۔ لیکن جس مذہب نے مہد سے چلکر لحد تک زندگی کا عملی پہلو انسان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس کانفرنس میں اسلام ہی ثابت ہوا۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون پڑھے جانے پر پریسیڈنٹ کے منہ سے یہی الفاظ نکلے۔ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جس مذہب کا جو نمائندہ آیا۔ اس نے اپنے مذہب کو ہی آسمان سے نازل شدہ اور دنیا کا بہترین مذہب ظاہر کیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس دعوے کو مبرہن کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علی العموم ہر ایک نے اسی بات کے دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ ان کا مذہب ہی فلسفہ کی جان ہے۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں چند فلسفہ نما باتیں لکھ دیں۔ ان لوگوں نے یہ نہ سمجھا۔ کہ فلسفہ حقیقی فلسفہ زندگی ہے اور وہ مذہب حقہ کا کام ہے۔ کہ انسان پر ظاہر کردے مثلاً پنڈت شیام چندر جی بنارس

یونیورسٹی سے ہندو مذہب کی وکالت کرنے گئے۔ آپ کا پرچہ ہندو مذہب کی تعریف سے لیکر مختلف فرقہ جات کی تشریح اور اسکے اسباب کے بیان پر مشتمل تھا۔ پھر آپ نے تناسخ اور نظریہ کرما پر بحث کی۔ اس کا فلسفی پہلو بھی دکھایا۔ مشکل امر تو یہ ہے۔ کہ انسانی دماغ فلسفی بحثوں سے خوش تو ہوتا ہے لیکن اس زمانہ میں اسے عمل کی ضرورت ہے۔ وہ اس بات کا بھوکا ہے۔ کہ کسی طرح وہ اپنی چاردن کی زندگی کو صحیح اصولوں پر چلا کر یہاں اور آئیندہ مفید زندگی کو حاصل کرے۔ اسی بات کو دکھلانا ہی مذہب حقہ کا صحیح موضوع ہو سکتا ہے لیکن ویمبلے کانفرنس میں مذاہب مختلفہ کے پیش کرنیوالوں نے اس بات کا بہت ہی کم لحاظ کیا۔ ہم یہاں کسی پرچہ پر کوئی تفصیلی رائے زنی نہیں کرنا چاہتے۔ مجملاً اتنا کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس کانفرنس سے اگر کسی مذہب کو فائدہ ہوا یا اسکی فضیلت اور اسکی تعلیم کی افضلیت مغربی دنیا پر ظاہر ہوئی تو وہ اسلام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے پرچے میں نہ کوئی دعوے ہے نہ فلسفی اور منطقی الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور نہ کسی دوسرے مذہب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ صاف سیدھے الفاظ میں مقصد مذہب کو دکھلا کر اسکے پورا کرنے کی راہیں قرآن سے دکھلا دی گئی ہیں۔ اگر حضرت خواجہ صاحب اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ولایت میں نہ گذارتے۔ اور ولایت کے نقطۂ نگاہ سے اس طریق پر آشنا نہ ہوتے۔ تو آج ان کی تحریر میں بھی وہ بات نہ ہوتی جس نے مغربی قلوب پر اس ایک تحریر کے ذریعہ اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔ یہ پرچہ کیا ہے فطرت انسانی کا ایک نقشہ ہے جس میں اس کی کمزوریاں اس کی استعدادیں۔ اس کا پستی کی طرف جانا۔ اسکی بلند پروازیاں۔ ان سب دکھلا کر پھر یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح انسان طبقۂ حیوانات کا ایک رکن ہو کر اس طبقہ سے نکلتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان حدود پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں الوہیت کا مقام شروع ہوتا ہے۔ انسان کے دائرہ انسانیت کی ایک قوس تو دائرہ حیوانیت سے ملی ہوئی ہے لیکن اس کی دوسری قوس کا مماس دائرہ الوہیت کی قوس سے ہو جاتا ہے۔ یہی حقیقت قد کاب قوسین کی ہے۔ اسلامی پرچہ نے اس حقیقت کو مبرہن کر کے یہ دکھلانا چاہا۔ کہ کس طرح وہ مخلوق جو عالم حیوانات میں ایک ممتاز ہستی ہے حیوانیت سے پاک صاف ہو کر یا بالفاظ دیگر عالم اسفل سے نکلکر مقامات علیین کی پرواز کرنے لگ جاتی ہے۔ وہ خدا کی روح جسکا نفخ

تکمیل جسم انسانی پر ہوتا ہے۔ کن راہوں سے اس کے حقیقی بال و پر نکل آتے ہیں بظاہر مضمون
آسان سے آسان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ لیکن دنیا جہان کا کونسا فلسفہ ہے جس کو فلسفۂ زندگی
سے تو تعلق ہے۔ اور اس کو اس مضمون نے اپنے اندر نہ لیا ہو۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہر ایک امر کا
استخراج قرآن کریم سے کیا گیا ہے۔ یہ مضمون آٹھ ہزار چھ سو ساٹھ لفظوں میں ختم ہو گیا
لیکن اس مختصر سی فضاء میں ہمیں قرآن کریم کی دو سو بیس آیات نظر آتی ہیں علی العموم
اسکے بعض حصوں میں اس سرے لے کر پچیس پچیس آیات تک جمع کر دی گئی ہیں۔ انسان کا
مقصد زندگی لکھ کر اس کے حصول کی سات منزلیں بتائی ہیں۔ پھر ان سات منازل کی
تعریف اور ان منازل میں کامیابی کے ساتھ گذرنے کے ضروری اسباب۔ ان امور سے
اطلاع جو ٹھوکر یا ناکامی کا موجب ہوں۔ اور ان باتوں سے متمسک ہونے کی راہ جو
کامیابی تک انسان کو پہنچا دیں۔ سب کا سب ایک دلچسپ اور دلربا پیرایہ میں لکھ دیا گیا ہے
بظاہر کسی مذہب یا کسی غیر عقیدے پر حملہ نہیں لیکن اسلامی عقائد کو ایسے طریق پر ادا
کر دیا گیا ہے۔ کہ اس سے ہی عقائد باطلہ اور خصوصاً عیسائیت کی تردید کر دی گئی ہے۔
بعض جگہ تو دو تین سطروں میں بڑے سے بڑے کلیسی عقیدے کو توڑ دیا۔ تمدن یا مادیات
کا حصہ اس مضمون میں بہت تھوڑا ہے۔ اسکی وجہ فاضل مصنف نے خود بیان کر دی ہے لیکن
جسقدر بھی اس موضوع پر لکھا وہ موجودہ تمدن کی جان ہے۔ اور جس سے یہ نظر آتا ہے کہ
آجکل کی تہذیب نے اسلام کی ہی خوشہ چینی کی ہے۔ اس کانفرنس میں بعض حصہ لینے والوں
نے اپنا کمال ایک داستان گوئی میں سمجھا۔ چنانچہ ان داستانوں کو سن کر کرسچن ورلڈ
نے اسلام کے ایک نمائیندہ کے متعلق لکھا۔ کہ ان بچپن کی باتوں پر اگر ہندوستانی اس
قسم کا جوش و خروش ظاہر کر سکتے ہیں تو کیوں ہمارے مشنری بھی ہندوستان میں جا کر
ایسی باتوں کے ذریعہ کامیابی حاصل نہیں کرتے۔ داستانیں گو ان میں ایک حد تک
حقائق کا بھی رنگ ہو۔ آخر داستانیں ہی ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ دیرپا نہیں ہوتا۔ نئی بات
سمجھ کر سننے والے اُسے دلچسپی سے سنتے ہیں۔ جدید باتیں لذیذ نظر آتی ہیں لیکن دیرپا
اور مستقل اثر اسی تعلیم کا ہوتا ہے۔ جس کا اثر انسان کی عملی زندگی سے تعلق رکھے۔ اس

راز کو اسی نے سمجھا۔ جس نے یورپ میں اپنی زندگی کا ایک حصّہ گذارا۔ اس مضمون کو تمام وکمال ایک الگ کتاب کی شکل میں بہت جلد شائع کر دیا جائیگا لیکن مضمون کے پڑھنے سے دل یہ چاہتا ہے۔ کہ اس مضمون کو توسیع دیجائے یا بالفاظ دیگر اسے ایک مکمل کتاب کی صورت میں متشکل کر دیا جائے۔ جو کم از کم چار پانچسو صفحات کی ہو۔ جس کتاب کا ڈھانچہ یہی مضمون ہو۔ اور یہ کتاب انگریزی زبان میں ہو۔ ہمارے خیال میں اگر یہ کتاب چھپ کر یورپ کے مختلف کتبخانوں میں چلی جائے۔ اور اس کا ایک حصّہ مغربی حلقوں میں مفت تقسیم ہو۔ تو بہترین نتائج مترتب ہو سکتے ہیں۔ بعض احباب نے حضرت خواجہ صاحب کو اس بات پر آمادہ بھی کیا ہے۔ ہمارے کاروبار کوئی تاجرانہ اصول پر نہیں حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف اگر بکتی ہیں۔ تو ان کا منافع بھی اشاعت اسلام پر ہی خرچ ہوتا ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب کی کتاب ینابیع المسیحیت اور اسکے انگریزی ترجمہ کی طرح جس نے مغرب میں ایک حیرت انگیز اثر ڈال رکھا ہے یہ کتاب بھی زیادہ تر مفت ہی تقسیم ہونی چاہیئے۔ بہرحال یہ مضمون تمام وکمال اسی صورت میں کتابی شکل میں شائع ہو سکتا ہے۔ اگر ناظرین رسالہ میں سے بالقصد احباب اس کتاب کیلئے اپنے نام بغیر رسالہ اشاعت اسلام لاہور کے پاس رجسٹر کرا دیں۔ یہ کتاب تخمیناً قیمت میں عہ/ کے اندر اندر ہوگی + مترجم

الاسلام

از نامۂ گوہر بار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

ظہور اسلام سے پہلے بھی دنیا مذاہب سے تو خالی نہ تھی۔ لیکن یہ سب کے سب مذاہب قریب قریب ایک ہی کیفیت اپنے اپنے اندر رکھتے تھے۔ (مندر، کلیسے، بتکدے) رسومات۔ نذریں۔ یہی چند باتیں ان مذاہب میں مقصد اعلےٰ سمجھی جاتی تھیں غضب الٰہی کے فرو کرنے کے لئے قربانیں تجویز ہو جاتی تھیں۔ اس طرح مذہب کا مفہوم ہر جگہ ان باتوں پر ختم ہو جاتا تھا۔ کہیں کہیں حفظ صحت اور معجزات

کا تذکرہ بھی نظر آجاتا تھا۔ لیکن علے العموم انسان کے جذبات رذیّہ اور اس کی ادنےٰ خواہشیں دنیا کے مختلف حصص میں ان کے خدا اور معبود بنے ہوئے تھے +

مُسلم نظریّہ مذہب

اسلام نے دُنیا کے سامنے مذہب کا ایک نیا مفہوم پیش کیا۔ قرآن نے انسان کو کائنات کی طرف متوجہ کر کے کائنات میں سے اُسے دین حقہ کی تلاش کیلئے متوجہ کیا۔ قرآن حمید نے اشیاء کائنات کے مناسب و مطابق فلسفۂ زندگی کو پیش کیا۔ اس کتاب مقدس نے ماہیات قلب انسانی کو کھول کھول کر ہمارے آگے رکھ دیا۔ اور ایک ایسا دستور العمل ہمارے لئے تجویز کیا۔ جس پر چلکر انسانی فطرت کے جوہر روشن ہو جائیں۔ قرآن نے عبادت کے چند طریق بھی بتلائے لیکن جہاں کہیں ان طریقوں کا ذکر کیا وہاں اس بات پر بھی زور دیا۔ کہ خدا کا جلال دراصل نفس انسانی کی تکمیل سے ہی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بالفاظ قرآن

" نیکی اسمیں نہیں کہ ہم (بر وقت عبادت) اپنا منہ مشرق یا مغرب کو پھیر لیں حقیقی نیکی یہ ہو کہ ہم اللہ۔ روزِ قیامت۔ ملائکہ۔ کتاب اور خدا کے نبیوں پر ایمان لائیں۔ اور خدا کی محبت میں اپنے مال کو اقربا۔ یتیمے محتاجوں۔ مسافروں۔ فقراء اور اسیروں کی رہائی میں خرچ کریں۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں ایفاء عہد کریں۔۔۔۔۔۔ اور مصائب و شدائد اور تکلیف کے وقت صبر کریں[۵۲] +

آیت بالا نے رسمی نیکی اور عملی نیکی میں نہایت خوبصورتی سے تمیز کر دی ہے۔ اس نے مغز مذہب کو ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ پر انسان ایمان لائے۔ اور انسانوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے +

اسلام نے یہ ظاہر کیا۔ کہ انسان کے حقیقی مذہب کی غرض و غایت تکمیل نفس انسانی ہے (اے انسان! قرآن نے فرمایا) تو دین حنیف کی طرف متوجہ ہو۔ اور یہ وہ تیری فطرت ہے۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ خدا کی خلقت میں کبھی تبدیلی

---

۵۱ سورہ ۲۵۔ آیت ۴۳ ۵۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷ +

واقع نہیں ہوئی۔ یہی صحیح مذہب ہے۔[1] کیا لوگ دین حق کے سوا کسی اور کی تلاش میں ہیں
حالانکہ جو کچھ بھی زمین اور آسمان میں ہے۔ وہ اس کے آگے تسلیم خم کئے ہوئے ہے[2]

قرآن کریم نے اس راز کو کھولا کہ جس طرح دنیا کی ہر ایک چیز مکمل اور پاک فطرت خلقت لئے ہوئے کائنات میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان بھی فطرت سلیمہ لے کر دنیا میں آتا ہے۔ وہ اپنے اندر بلند سے بلند استعدادیں رکھتا ہے۔ جن کی ترقی کی کوئی حد نہیں رکھی۔ ہاں اسمیں یہ بھی ایک نقص ہے کہ وہ ارذل سے ارذل مقام کی طرف جانے کی بھی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے[3]۔ اسے صحیح ہدایت کی ضرورت ہے۔ جس پر چلکر وہ اپنے مقصد اعلےٰ کو بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور قعر مذلت میں بھی گرنے سے بچ سکتا ہے۔

جہانتک جسمی بلوغت و ترقی کا سوال ہے ہماری فطرت بھی کائنات کی اور چیزوں کیطرح ہمارے علم و ادراک کے بغیر مقررہ راہوں پر کام کرتی ہے۔ نافع اور فائدہ بخش چیز کو قبول کرلیتی ہے۔ اور مضر چیزوں سے بچتی ہے۔ لیکن عالم ادراک میں یہ بات نظر نہیں آتی اسمیں شک نہیں کہ ہم قوت اختیاری سے آراستہ کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ مختیارانہ قوت اس قوت مدبرہ سے عاری نظر آتی ہے کہ جس کے محاکمہ تلے ہمارا قدم ہمیشہ راستی پر پڑے۔ یعنی قویٰ کے نشو و نما کیلئے جہاں تک ادراک و عقل کا سوال ہے۔ ہم اپنے اندر وہ قوت مدبرہ نہیں پاتے۔ جو جسمی نشو و نما کے لئے ہم میں موجود ہے۔ یہ جسمانی ترقی انسانی ہیولے میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر مادے کی بہترین حالت نشو و نما انسانی جسم ہے۔ لیکن اس کے بعد جو نئی چیز انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس کے جذبات ہیں جس کی بنیاد پر اسمیں اخلاق و روحانیات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اخلاقی یا روحانی تعمیر ایک ایسی قوت تمیز یا قوت اختیاری کو چاہتی ہے۔ جس کا جو قدم پڑے صحیح پڑے یعنی جس طرح جسم کے نشو و نما میں فطرت انسانی کا ہر قدم صحیح پڑتا ہے۔ وہی رنگ اخلاقی اور روحانی امور میں بھی ہو۔ فطرت کے اس نشو و نما کیلئے ہم ایسے قوانین کے محتاج ہیں۔ جس سے ہم نیکی و بدی میں تمیز کرسکیں۔ ہمارے سامنے کچھ اس قسم کا ضابطہ ہونا چاہیئے

[1] سورۃ ۳۰ آیت ۳۰۔ [2] سورۃ آل عمران آیت ۸۲ [3] سورۃ التین آیت ۴-۵-۶۔

جس پر چلکر ہم میں قوانین مبینہ کی کامل اطاعت پیدا ہو جائے۔ بالفاظ دیگر ہم میں فطرت اسلامی کا ظہور ہو جائے جس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان قوانین الٰہیہ کے سامنے سر جھکائے

اصولی اعتقادات

جن قوانین کا اوپر ذکر کیا ہے۔ وہ خالق فطرت کی طرف سے آنے چاہئیں۔ کیونکہ وہی ان تمام قوانین کائنات کا سرچشمہ ہے۔ جن کا نفاذ ان ہستیوں کے ذریعہ عالم میں ہو رہا ہے جنہیں اسلامی اصطلاح میں فرشتے کہتے ہیں۔ یہ قوانین ان مقدس وجودوں کے ذریعہ ہم تک پہنچنے چاہئیں[۱]۔ جو اول خود ان پر عمل پیرا ہوں۔ اور اپنے عمل و نصیحت کے ذریعہ دوسروں کے خضر راہ بن جائیں۔ ان قوانین کا اثر اس زندگی پر اور مابعد پر ہونی چاہیے جہاں ہم اپنے اعمال کے ثمرات سے متمتع ہوں۔ ان امور نے اسلام میں ان چند صداقتوں پر ایمان لانا ضروری ٹھیرا یا ہے۔ جسے صفت ایمان میں جمع کر دیا گیا ہے یعنی اللہ اس کے فرشتے۔ اس کی کتابیں۔ اس کے رسول۔ یوم آخر۔ نیکی و بدی کے ربانی اندازے (یعنی قانون اور زندگی بعد الموت) +

قرآن نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ خدا کا الہام دوسری قوموں کو بھی ہوا[۲] بلکہ ایک مسلم کو ان الہاموں پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ فرمایا (مسلمانو!) لوگوں کو کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان امور پر جو ابراہیم پر نازل ہوئے یا ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق اور یعقوب یا ان کے قبائل پر نازل ہوئے۔ ایسا ہی ہم ان باتوں کو بھی مانتے ہیں۔ جو جناب موسیٰ و عیسیٰ کو یا دنیا کے دوسرے پیغمبروں کو دیگئیں ہم مسلمان ان انبیاء میں کوئی تمیز نہیں کرتے (کیونکہ) ہم تو اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں[۳] (اور اس کی آواز جس طرف سے آئے ہم اسکے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کا فرض ہو کہ دوسری قوموں کے الہاموں کی بھی تعظیم کرے۔ لیکن ان الہاموں کی صحیح تعلیم کے لئے ہمیں پھر قرآن کی طرف نگاہ اٹھانی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے ایک طرف تو یہ کہا۔ کہ یہ کتابیں محرف و مبدل ہوگئیں۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ

---

[۱] سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۹ [۲] سورۃ ۳۰۔ آیت ۴۷ [۳] آل عمران آیت ۸۳

قرآن نے ان تعلیمات ماسبق کو پھر دوہرا دیا ⁂

جیسے میں نے پہلے بیان کیا۔ انسان میں تنزل و ترقی دونوں کی استعدادیں ہیں۔ وہ زمین سے نکلا ہے[1] اسلئے ایکطرف تو اسکی فطرت ارضی باتوں کی طرف میلان کرتی ہے[2] وہ ایک حیوان ہے۔ بلکہ حیوان سے بدتر واقع ہوا ہے[3]۔ دوسری طرف اسی حیوان کو قرآن کریم نے خلیفۃ اللہ فے الارض کہا ہے[4] اور اسے وہ مقام بلند عطا فرمایا کہ جہاں وہ حدود الوہیت تک پہنچکر فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے[5]۔ الغرض اگر حیوانیت اس کی ابتدا ہے۔ تو حدود الوہیت اس کی انتہا۔ اس حقیقت کے کھولنے کے لئے قرآن ہماری رحمی نشوونما کی طرف اشارہ کرتا ہوا اسکی ساتویں منزل ارتقا پر اس ہی مخلوق شدہ حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے اس کتاب نے خلق اٰخر کے نام سے موسوم کیا ہے[6] یہ ہمارا نفس مدرکہ ہے۔ یہی ہمارے آیندہ نشوونما کی بنیاد ہے۔ بروے تعلیم اسلام روح کوئی ایسی جداگانہ ہستی نہیں جو کہیں باہر سے آکر جسم انسانی میں آملتی ہے۔ روح انسانی اپنی ابتدا میں اس خلق اٰخر یعنی حیوانی نفس میں موجود ہوتی ہے۔ جو انسانی نفس ناطقہ کی پہلی منزل ہے۔ یہی نفس حیوانی ترقی کرتا کرتا کسی منزل پر پہنچ کر وہ حالت اپنے اندر اختیار کرلیتا ہے۔ جس کا نام روح رکھا جاسکتا ہے۔ اسکے آگے اور بھی ترقیات ہیں جہاں اسکی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہ نفس انسانی اپنی ترقیات کے لئے سات منازل میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ قرآن نے ان مدارج کے نام حسب ذیل تجویز کئے ہیں:۔

(۱) نفس امارہ یعنی حکم کرنیوالا نفس[7]

(۲) نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا نفس[8]

(۳) نفس ملہمہ۔ الہام پانے والا نفس[9]

(۴) نفس مطمئنہ۔ اطمینان یافتہ[10]

(۵) نفس راضیہ۔ راضی برضائے الٰہی[11]

---

[1] الاعراف آیت ۲۰ [2] الاعراف آیت ۱۷۶ [3] الاعراف آیت ۱۷۹ [4] البقرۃ آیت ۳۰ [5] البقرہ آیت ۳۴ [6] المومنون آیت ۱۴ [7] یوسف آیت ۵۳ [8] القیامہ آیت ۲ [9] الشمس آیت ۸ [10] الفجر آیت ۲۷ [11] الفجر آیت ۲۸

(۶) نفس مرضیہ یعنی جس پر خدا راضی ہو گیا ہو[1]

(۷) نفس کاملہ یعنی تکمیل یافتہ نفس[2]

الغرض اسلام نفس امّارہ کو نفس کاملہ بنا دیتا ہے۔ نفس امارہ روح انسانی کی ابتدائی حالت ہے۔ جس وقت انسان جذبات حیوانیہ سے ملوث ہوتا ہے۔ اسکے طبعی جوش برسر پیکار رہوتے ہیں۔ یہ جذبات کسی نظم ونسق میں نہیں ہوتے۔ اور آٹھوں پہر بدعنوانیوں کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اس نفس کی کیفیات کاملہ ایک شیر خوار بچہ میں نظر آتی ہیں۔ جس کی نگاہ جس چیز کی طرف ہو۔ اسے اپنی ہی سمجھتا ہے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی بھی چیز اسے تشفی نہیں دیتی۔ ایک چیز لے کر اگر کوئی اور چیز دیکھ لے تو اسکی طرف دوڑتا ہے۔ حیوانوں کا بھی یہی حال ہے۔ جب ان میں اشتہا مشتعل ہو جائے۔ تو جو چیز بھی ان کے سامنے آئے۔ اس پر منہ مارتے ہیں۔ انہیں تمیز نہیں ہوتی۔ کہ یہ چیز ان کی ہے یا کسی اور کی۔ کروڑہا نفوس انسانی اس وقت ان حیوانی حدود پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ دوسروں کی جائداد یا ملک انکی آتش حرص کو بھڑکاتی اور ان کے دندان آز کو تیز کرتی اور ان کے عقل ومحاکمہ کو تاریک کر دیتی ہے۔ قرآن نے انہی لوگوں کا نقشہ ذیل کے الفاظ میں کھینچا ہے:۔

یہ لوگ دل تو رکھتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ آنکھ ہوتے دیکھتے نہیں۔ کان ہوتے سُنتے نہیں۔ یہ حیوان ہی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر[3] زمین کی طرف یہ جھکے ہوئے ہیں اور اپنی خواہشوں کے یہ غلام ہو رہے ہیں[4]

یہ قومیں لاکھ تہذیب کی مُدعی ہوں۔ لیکن ان کی فطرت کے اندر جو حیوان ہے۔ وہ ابھی تک بدلگام ہے۔ جو دوسروں کی چیز پر مُنہ مارنے کے لئے کود رہا ہے۔ یہ اپنا نام فاتح رکھ لیں لیکن ان کے اندر وہی فطرت ہے جو چوروں اور ڈاکو کے اندر ہے۔ نفس مدرکہ انسانی کے اس مرحلہ میں نفس خطرناک طور پر انسان پر حکومت کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے اس کا نام نفس امارہ رکھا۔ اس کا میلان بھی بدی ہی کی طرف ہوتا ہے[5] ان النفس لامارۃ بالسوء نفس انسانی بدی

[1] الفجر آیت ۲۸ [2] الشمس آیت ۷ [3] الاعراف آیت ۱۷۹ [4] الاعراف ۱۷۶ [5] یوسف آیت ۵۳

کی طرف بڑی سختی سے حکمرانی کرتا ہے +

یہ حالت نفس بہت ہی مشکل سے اصلاح پاتی ہے۔ حتےٰ کہ بعض تو اس حالت کو دیکھ کر کسی اصلاح سے بھی مایوس ہو جاتے ہیں" کہ اٹھتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرت کے اندر گناہ ہے" لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ انہوں نے استعداد انسانی پر فطرت انسانی کا دھوکا کھایا ہے۔ یعنی انہوں نے انسان کی بدی کی استعداد کو انسان کی فطرت سمجھ لیا۔ ہم میں بہت سی استعدادیں ہیں۔ جو دب سکتی ہیں۔ اور ظاہر بھی ہو سکتی ہیں۔ بہرحال یہ پہلی منزل بہت ہی کڑی منزل ہے۔ اور اسمیں سے انسان کا نکلنا گویا مشکلات عظیمہ کا سامنا کرنا ہے لیکن کائنات میں خوبصورت سے خوبصورت چیز کا بھی آغاز علے العموم نہایت ہی ناخوشگوار اور کریہہ حالات سے ہوتا ہے۔ تو پھر ہمارا نفس امارہ سے نکلکر کسی احسن مدارج ترقی پر پہنچ جانا کیوں محالات سے سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسے ہی مایوسین کی حوصلہ افزائی کے لئے قرآن کریم نے ہمیں یہ خوشخبری دی۔ کہ انسان کی استعدادیں بھی لامحدود ہیں۔ اور اگر وہ صحیح رستہ پر چل جائے[1] تو اسکی اخلاقی و روحانی ترقی بھی لامحدود ہے[2]

رُوح کی جن سات منازل کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ اسکے نقشے ہمیں ارد گرد نظر آتے ہیں۔ گناہ و جرائم میں ڈوبا ہوا انسان بھی بعض وقت تائب ہو جاتا ہے۔ ایک سنگدل بھی نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جن کاموں میں ہمیں دلچسپی ہو۔ انکے لئے سختیاں بھی جھیل لیتے ہیں۔ اس سے یہ تو پایا جاتا ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ہم اخلاقی اور رُوحانی عالم میں بھی بلند پروازی کر سکتے ہیں +

اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ انسان بدیوں کا غلام نہیں۔ اگر وہ مجاہدہ کرے تو اسمیں بہترین خصائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ جس منزل ترقی کو ہم نے پہنچنا ہے۔ اس کا راستہ ہمارے نفس کے اندر ہے۔ لہٰذا ہم اپنا بوجھ کسی اور پر ڈال نہیں سکتے ہیں[3] اگر کبھی سرجن کے اپنے جسم کے چیرہ دینے سے یا خود کوئی دوائی کھا لینے سے اسکے مریض اچھے نہیں ہو سکتے۔ تو پھر

---

[1] البلد ۷ لغایت ۱۰ آیت ۔ [2] التین آیت ۴ لغایت ۶ [3] الفاطر آیت ۱۸ +

کسی کا کوئی عمل ہمیں منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا۔ کائنات کی دوسری ہستیوں کی طرح ہم کو بھی ہر مدارج ترقی کے مطابق حال کسی نہ کسی راہ ہدایت کی ضرورت ہے کہ جس پر گامزن ہو کر ہم بام ترقی پر پہنچ جائیں۔ ایسا ہی ہمیں چند ایسی تادیبی امور کی بھی ضرورت ہے۔ جو ہم میں راہ راست پر چلنے کی کامل استعداد پیدا کردیں۔ اسلام ان دونوں باتوں کو دُنیا میں لایا +

ارکان اسلام

ہم میں کئی قسم کی اشتہائیں ہیں۔ جن کے دفعیہ کے لئے ہمیں اشیائے مختلفہ کی ضرورت ہے، خواہش حصول اشیاء ضروریہ تو حصول کے بُرے راہ بھی سکھاتی ہے جس سے قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ لیکن اسلام ایک معنے میں انسان کی وہ فطرت ہے جو قانون کی عزت کرتی ہے یہ سوسائٹی کے آئین کو تسلیم کرتی ہے۔ اس فطرت کے مضبوط کرنے کے لئے قرآن نے چند تادیبی طریق قائم کئے ہیں۔ اوران کا صحیح طور پر نام ارکان اسلام رکھا۔ وہ تعداد میں پانچ ہیں۔ کلمۂ شہادت (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ) نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ ان ارکان اسلام کی ادائیگی میں جو خاص راز مضمر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم اپنے صحیح مکسوبات کے ایک حصہ سے بطیب خاطر الگ ہو جائیں۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون[۱] (تم حقیقی نیکی تک) پہنچ بھی نہیں سکتے۔ جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو اپنے سے جدا نہ کردو۔ انسان کی پیاری چیز اس کا وقت۔ اس کے کاروبار۔ اکل و شرب کی چیزیں۔ تعلقات زناشوئی۔ دولت۔ اہل وعیال۔ دوست۔ ملبوسات۔ آسائش کے سامان اور بعض ایسی چیزیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ انہی چیزوں کے لئے زندگی میں جدوجہد ہوتی ہے۔ انہی چیزوں کو ناجائز طریق پر حاصل کرنے کی خواہش مختلف جرائم کی محرک ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مذہبی احکام کے ماتحت انہی چیزوں کو ہم حسب ضرورت بطیب خاطر جدا کرنے کی عادت ڈال لیں۔ تو پھر کس طرح پر کسی سے کوئی جرم یا گناہ سرزد ہو۔ کلمۂ شہادت پڑھ کر اوراس پر عملاً کاربند ہو کر ہم اللہ کے مقابل ہر ایک

[۱] آل عمران آیت ۹۱ +

اپنی خواہش اور ہر ایک اپنے بت کو اپنے سے جدا کر دیتے ہیں۔ نماز کے ذریعہ ہم اپنے کاروبار کو، روزہ رکھ کر اکل و شرب و تعلقات زناشوئی کو۔ زکوٰۃ دیکر اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ رہا حج ہم اپنے عیال کو۔ دوستوں کو کاروبار کو۔ ملک کو خدا کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم اپنے ملبوسات اور جسمی آسائش سے بھی الگ ہوکر دو چادروں میں گذارا کرنے لگتے ہیں۔ جب مقدس ارض حجاز میں قدم رکھتے ہیں۔ تو ہر قسم کی لڑائی یا جنگ یا بدالفاظی سے بھی احتراز کرتے ہیں[۱] اپنا یا بیگانہ اس مقام پر جو بھی ملے۔ اس سے پرلے درجہ کا سلوک اخوت کرتے ہیں۔ اور قدم قدم پر لبیک کہہ کر خدا کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہمارا ہے۔ وہ ہم سب کچھ تیری نذر کرنے کو تیار ہی ہیں۔ خاتمہ پر ہم ایک جانور کو ذبح کرتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھو تو ارکان اسلام کی ادائیگی میں ہم نے ان ہی باتوں کو ترک کرنے کی عادت ڈالی ہے۔ جو ہماری فطرت حیوانیہ کی متقاضیات ہیں۔ اور حج میں یہ سارے کے سارے ارکان ایک ہی وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ تو اگر جہانتک حج کا خاتمہ ایک حیوان کی قربانی پر ہو جاوے۔ تو اس امر کی کسی بوجہ احسن نمائندگی ہو جاتی ہے کہ وہ حیوان جو انسان میں تھا۔ اور جس نے انسان کے اندر نفس امارہ پیدا کر رکھا تھا وہ آج ذبح ہوگیا۔ حج اگر صحیح طریق پر ادا ہو۔ تو بالفاظ نبوی انسان کو گناہوں سے دھو ڈالتا ہے۔ کیونکہ انسان اس وقت حیوانی اور لحمی تقاضوں سے جدا ہوگیا۔ .. .. اور روح انسانی ان بندھنوں سے آزاد ہوگئی۔ اور انسان ایک سچا مسلمان بن گیا۔ اسی لئے نبی کریم صلعم نے حج کو سلوک کی آخری منزل ٹھیرایا +

{ باقی انشاءاللہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہوگا۔ جب بالفصد احباب کے نام کتاب شائع ہونے سے پہلے منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور کے پاس رجسٹر ہو جاوینگے + مترجم }

---

[۱] البقرہ آیت ۱۹۷ +

دنیا کے تین عظیم الشان انبیاء علیہم السلام

حضرت موسیٰ و عیسےٰ و محمد صلعم

از قلم جناب الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق

یہ تینوں حضرات کرام جنکے اسماء عالی زیب عنوان ہیں۔ اور جو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جنھوں نے ممالک عرب اور فلسطین میں نشوونما پائی۔ یہ تینوں بڑے زبردست مذہبی ریفارمر اور مصلحانِ قوم وملت گذرے ہیں۔ اُنکے علاوہ اور بھی بہت سے مختلف المراتب انبیاء ہوئے ہیں۔ لیکن جو اہمیت ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور جو خصوصیات انہیں حاصل ہیں ان کو نہیں۔

واضح ہو کہ بعثتِ انبیاء حسب منشائے باری تعالیٰ زمانہ اور اقوام کی ضرورتوں کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ تاکہ حقائق کا انکشاف تام ہو اور کافۃ النّاس خلاق ارض وسما کی مرضی معلوم کر سکیں۔ اور ان غلطیوں اور گمراہیوں سے نکلیں جنہیں وابستہ یا غیر وابستہ پڑے ہوئے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ در اصل انبیاء میں کوئی تفریق امتیاز نہیں۔ جہاں تک کہ مقصد کا لحاظ ہے۔ سب کا مشن ایک ہی ہوتا ہے سب کی بعثت کی علت غائی یہی ہوتی ہے۔ کہ اصلاح ظہور پذیر ہو۔ اور جو پیغام کہ انہیں خدا کی جناب سے ملتا ہے بے کم وکاست مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق انبیاء کے زیر سایہ تعلیم پاتے ہیں۔ یعنی ہم مثل اس چکنی مٹی کے ہیں جو کمہار کے چاک پر ہو۔ اور کمہار اپنی منشا کے موافق جیسا چاہے بنائے +

خدا تعالیٰ بندوں کے حالات اور ضروریات سے خوب واقف ہے۔ بلکہ ہم خود اس قدر واقف ہیں جس قدر وہ ہے پس وہ اپنی پاک مرضی کے مطابق بڑے کرم وفضل کے ماتحت ہماری ضرورتوں اور حاجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب وقت پر انبیاء کو مبعوث

کرتا رہا ہے +

تاریخ شاہد ہے کہ جب انبیائے عظام اصلاح کیلئے مامور ہوئے اُن کے پیرؤں نے اُن کی ذات وصفات میں غلو کا پہلو اختیار کیا۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں الوہیت کا جامہ پہنایا۔ اور بعض امور ایسے اُن کی جانب منسوب کئے جو ذاتِ باری سے مختص ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں نے انہیں کو بندہ زر، طالب جاہ، یا کذاب و دجال یقین کیا۔ حق بات یہ ہے کہ افراط اور تفریط دونوں ہی بیجا ہیں، نہ وہ صحیح نہ یہ۔ ان رسُولوں کو بیشک محترم سمجھنا چاہیئے۔ اور قرار واقعی عزت کرنا چاہیئے۔ لیکن اُن کو عالم الغیب یا الوہیت کے خواص سے رنگین سمجھنا یہ سراسر نادانی اور سفسطہ ہے۔ بلکہ علیٰ قدر مراتبہم اُن کی قرار واقعی عزت کرنی چاہیئے +

ہم اسی نقطۂ نگاہ سے ان تین بڑے اولوالعزم انبیاء کی زندگی پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ دو امور لوازمہ نبوت ہیں، ایک تو ضرورتِ زمانہ جس کے باعث انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔ دوسرے وہ اصُول تام جس کی مطابقت میں انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔ اور ضرور ہے۔ کہ ہم خالی الذہن ہو کر اس معاملہ میں غور کریں۔ تا کہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں +

گو انبیاء کے دائرہ عمل اور رنگ تبلیغ کے لحاظ سے ہم خداتعالیٰ کی ذات و صفات کا تصور مختلف طریقوں سے کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ خداتعالیٰ باعتبار ذات وصفات، ایک حقیقت تامہ اور مُسلمہ اور مطلقہ ہے۔ انبیاء نے ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے اسی ذات مطلق کے متعلق کسی نہ کسی ایک بڑی حقیقت پر زور دیا۔ اور ایک خاص صفت کو اپنا مبدءِ تعلیم قرار دیا۔ مثلاً گوتم بُدھ نے رحم پر زیادہ زور دیا۔ حکیم کنفیوشس نے تمدن اور معاشرت کی تعلیم کو ایک خاص اہمیت دی۔ مسیحیت نے محبت کا درس دیا۔ اور اسلام نے خداتعالیٰ کی مرضی کو مقدم کرنا اور اس کے احکام کے سامنے

سر تسلیم خم کرنا سکھایا +

اندک تامل سے آشکارا ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی تعلیم میں، جمیع تعلیمات ماسبق کا مفہوم مجموعی طور پر موجود ہے۔ اسلئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے .. .. .. سامنے سر جھکانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انسان کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان آیندہ اوراق میں ان تینوں بزرگ انبیاء کے تاریخی واقعات پر تین چار نکتے ہائے خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، بے کم و کاست کچھ ہدیہ ناظرین کروں۔ اور وہ یہ ہیں +

(۱) کن حالات کے ماتحت ان کی بعثت علمیں آئی (ب) کیا کام ان کے سپرد کیا گیا اس کی نوعیت کیا تھی (ج) کن حالات کے ماتحت وہ دنیا سے رخصت ہوئے (د) بعد زمانہ کا رنگ کیا بدلا؟ اور ان کی تعلیم کا دنیا کے لوگوں پر کیا اثر ہوا +

حضرت موسیٰ علیہ السلام

آپ مصر میں پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر میں پرورش پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ نے مصری علم و تمدن کی کافی تحصیل کی۔ اور جسقدر علوم اس زمانہ میں رائج تھے۔ سب کے کما حقہ واقفیت بہم پہنچائی۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ فراعنہ مصر بڑے جابر حکمران گذرے ہیں۔ وہ دنیاوی حکومت کے علاوہ مذہبی سیادت بھی رکھتے تھے۔ اور ان کی سخت گیری پر تاریخ شاہد ہے۔ آپ کو حکم باری پہنچا۔ کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دیں۔ چنانچہ توریت میں مرقوم ہے :۔

"اور خداوند نے کہا: میں نے اپنے لوگوں کی تکالیف ملاحظہ کی ہیں جو آجکل مصر میں رہتے ہیں۔ اور انکی گریہ وزاری سُنی ہے۔ اور مجھے ان کی مصائب کا پورا علم ہے۔ اور میں ان کو مصریوں کی غلامی سے نجات دونگا۔ اور وہاں سے نکالکر ایک ایسی زمین میں بساؤں گا جہاں دودھ اور شہد کی افراط ہے۔ یعنی کنعانیوں کی زمین میں رکھوں گا اور ان کو ہتی ٹیز اور امورائیٹس اور پیریزی رائیٹس اور ہیوائیٹیز اور جیبوسائیٹس کی زمین عطا کرونگا +

بنی اسرائیل کی چیخ پکار کی آواز مجھ تک پہنچی ہے۔ اور جو مظالم مصری ان پر توڑ رہے ہیں۔ میں نے ان کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ موسیٰ اٹھ میں تجھ کو فرعون کے ملک میں بھیجوں گا تاکہ تو میرے بندوں بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دے" (خروج باب ۳) +

مصر اس زمانہ میں روئے زمین پر اول درجہ کا متمدن اور مہذب ملک تھا۔ اور بڑی شان و شوکت کی سلطنت وہاں قائم تھی۔ جن کی وسعت کل افریقہ پر شامل تھی۔ اور دور دراز کے ممالک سے تجارتیں ہوتی تھیں۔ مصر کا مذہبی معاشرتی اور ملکی قانون بھی بہت اعلےٰ مرتب ہوتا تھا۔ اور لوگوں کے درمیان اخلاقی تعلیم کا علمبردار تھا۔ اور اس کی بناء پر انکے دلوں میں حیات بعد الموت کا عقیدہ راسخ ہو گیا تھا۔ اور جو عقیدہ انسانی اقوال اور افعال کی روح رواں ہے۔ اور سوسائٹی کی حیات ملی پر اس کا اثر بڑا زبردست ہوتا ہے +

(باقی آیندہ)

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان در ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نمبر ۱	۰	۴	۱۷۴۹	خرچ مشن	نمبر ۳	۰	۰	۰
قیمت رسالہ و منفعت تقسیم رسالہ	نمبر ۲	۰	۹	۵۳۵	خرچ اسلامک ریویو	نمبر ۴	۰	۰	۰
میزان	۰	۰	۱۳	۲۲۸۴	میزان	۰	۰	۰	۰

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب محمد شریف صاحب۔ سرینگر	۰	۰	۳	امداد مشن جناب سید محبوب علی صاحب نواب آباد	۰	۰	۹
" " ظفریاب علی صاحب بمبئی	۰	۰	۱	" " عبدالواحد صاحب [illegible] "	۰	۰	۱

نمبر ۳۔ اس ماہ بھی چونکہ بجٹ پاس نہیں ہوا۔ اس لئے عملہ کی تنخواہیں خزانہ سے برآمد نہیں ہو سکیں۔ سیکریٹری۔

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مرزا نعیم بیگ صاحب معرفت حمید عبدالعلی گیا تفصیل یہ ہے قیمت بیان القرآن ۔ للہ امداد مشن مبلغ بمد نظور بیجوار کردہ رادکرائے جائینگے ۔ اور قیمت بیان القرآن ادا کی جائیگی	۰	۰	۱۵	جناب عبدالوحید صاحب کانپور	۰	۰	۱۰
				″ حاجی محمد عبداللطیف صاحب کانپور	۰	۰	۵۱
				″ ضمیرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
				″ ایک مسلمان صاحب	۰	۰	۱۰
معرفت جناب عبدالباسط صاحب ازپوسٹل آڈٹ آفس کرایہ دکان موقوفہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم	۰	۱۲	۳	جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ″	۰	۰	۵۰
				″ فہیم الدین ″	۰	۰	۵۰
انگلش ویئر ہاؤس دی مال۔ لاہور	۰	۰	۷۰۰	″ حافظ محمد عبدالحلیم صاحب ″	۰	۰	۱۰۰
جناب فریدالدین صاحب اندور	۰	۰	۴	جناب والدہ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۲
″ معلوم الاسم	۰	۰	۲	″ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱
جناب ایم۔ اے جبار صاحب کراچی	۰	۰	۴	جناب منشی الہ بخش صاحب معرفت جناب مولوی عبیداللہ			
″ عبدالقیوم صاحب کراچی بی اے	۰	۰	۲	خانصاحب کابل	۰	۰	۱۱
″ نواب الدین صاحب کشمیر	۰	۰	۶	جناب عبداللہ خان صاحب ″	-	-	۸
جناب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵	″ سلطان محمد صاحب ″	۰	۸	۵
معلوم الاسم	۰	۰	۱	″ حاجی مراد علی صاحب سیلی پرلو پھلادیاں اسلام			
جناب مرزا غلام حسین صاحب	۰	۰	۱۴	ماہ دسمبر ۲۳ء صفحہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو	۹	-	۱۸
″ شیخ یاور حسین صاحب سندھ	۰	۰	۴	جناب ڈاکٹر ایم۔ ای صوفی صاحب بی۔ اے			
″ الیس۔ ایم رقیب صاحب ″	۰	۰	۴	کلکتہ	۰	۰	۱۰
″ مسٹر محمد یسین صاحب	۰	۰	۴	اداکش جناب منہاج الدین صاحب	۰	۰	۵
سر الہیا معرفت جناب حافظ احمد اللہ صاحب کانپور	۰	۰	۱۰۰	″ حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب بہادر دکن	۰	۰	۱۵
جناب حاجی نبی بخش صاحب کانپور	۰	۰	۱۰۰	″ جناب فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳
″ ″ عبداللہ صاحب ″	۰	۰	۱۰۰	″ ″ ڈاکٹر محمد یوسف قلات	۰	۰	۱
″ ″ عبداللطیف صاحب ″	۰	۰	۱۰۰	″ ″ اسداللہ صاحب گورداسپور	۰	۰	۱
″ ″ سید فضل الرحمان صاحب ″	۰	۰	۱۰۰	″ ″ محمد فاروق صاحب ″	۰	۰	۱۰
″ ″ حسن علی بہار علی ″ ″	۰	۰	۵۰	″ ″ ایم۔ ایس خان صاحب پیڈ لیسین بمبئی	۰	۰	۴
″ ″ حضور عالم صاحب ″	۰	۰	۵	″ ″ احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۱۵
″ ″ ایک مسلم صاحب ″	۰	۰	۵	میزان	۰	۴	۱۷۴۵

نقشہ نمبر ۳ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
منفعت تقسیم معرفت جناب ڈاکٹر ایم۔ ای۔ صوفی صاحب بی۔ اے کلکتہ	۰	۰	۱۰
″ ″ سید مقبول احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد	۰	۰	۵
″ ″ حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب بہادر عطا طباعت کتب	۰	۰	۲۰
قیمت رسالہ	۰	۹	۵۰۰
میزان پانصد پینتیس روپے نو آنہ	۰	۹	۵۳۵

عورت

(اسکی مغلوبیّت مظلومیّت اور آزادی)

عورت کی حیثیت عیسویّت کے ماتحت

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان))

(بہ تسلسل صفحہ ۴۷ جلد ۱۰ نمبر ۱۰)

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کہ عیسویّت علم و عقل کی تحریک کی چنداں حامی نہیں تھی وہ محض مذہبی لہر کا ایک تموج تھا جس پر صدیوں سے یہودیوں کے اندر حالت جمود طاری ہو چکی تھی۔ عیسویت کا اہم کام مذہب کو روحانیت کا رنگ دینا تھا۔ اصول معاشرت کا نہ اس کو کچھ علم تھا۔ اور نہ اسکی طرف اسکی توجہ تھی۔ تمدن کے اندر جو قباحتیں رونما ہو رہی تھیں عیسائیت ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی تھی۔ کیونکہ ایک واقعی نظام معاشرت کا قیام اس کے لائحہ عمل سے خارج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمچو قسم فروعی مسائل کے متعلق کہ مثلاً عورت کس سلوک کی مستحق ہے عیسائیت انہی خیالات پر قناعت کر بیٹھتی تھی۔ کہ جن کے حالات زمانہ مقتضی ہوتے تھے۔ باوجودیکہ عیسائیت سے پیشتر متمدن ممالک کا پایۂ تہذیب بہت بلند ہو چکا تھا۔ تاہم عامۃ الناس پرانے دقیانوسی خیالات باطلہ کے دلدادہ تھے اور عیسائیت نے قبولیت عام حاصل کرنے کی غرض سے انہی خیالات کا رنگ و روپ اختیار کر لیا یہی وجہ ہے۔ کہ کتاب پیدائش سے لے کر کتاب مکاشفات تک عورت کی غلامی پر زور دیا گیا ہے۔ اسکی ہستی کا آغاز ایک مرد کی پسلی کے بعد معرض ظہور میں آتا ہے۔ گویا اب تک وہ طاق نسیان میں تھی۔ اور اس کی تمام زندگی غلامانہ حیثیت میں کٹتا ہے۔ ہر ایک قسم کی طاقت اور ہر ایک قسم کا تفوق مرد کا حق واحد گردا جاتا ہے اور کلیسیا کی تمام کوشش صدیوں تک یہی رہی ہے۔ کہ عورت کو غلامی کے گڑھے میں ہی

رکھا جائے۔ اور بالفاظ سینٹ پال اسکے لئے مرد پر فوقیت اور برتری حاصل کرنے کا سدباب کر دیا جائے[۱] عیسویت کو جو اثر صنفِ لطیف پر حاصل تھا اس پر اظہارِ خیالات کرتے ہوئے تقدس مآب ڈولنسن صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

> عموماً اس رائے کا اظہار پے در پے کیا جاتا ہے۔ کہ عورت کی موجودہ اعلیٰ حیثیت عیسویت اور دیگر "اقوام ابیض" کے علم و عقل کا نتیجہ ہے لیکن واقعات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنے سے عہد عیسویت کی پہلی تین صدیوں کے اندر اس تغیر کا کچھ پتہ نہیں ملتا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں عورت کی حیثیت بہت کم اور اس امر کے متعلق خیالات بہت مبتذل اور گھنونے تھے"۔

گو پرنسپل ڈولنسن صاحب عیسویت کے متعلق اپنا فیصلہ محض تین پہلی صدیوں تک ہی محدود رکھتے ہیں لیکن یہ ثابت کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ صاحب موصوف کا یہ فیصلہ اس سے بہت بعد کے زمانہ پر بھی ایسا ہی صادق آتا ہے۔ اور نیز یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے۔ کہ زمانہ کے اندر جو جو ترقیاں معرض ظہور میں آتی رہیں۔ وہ عیسویت کا نتیجہ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ دوسرے تاثرات کا نتیجہ تھیں۔ جن سے عیسویت ہمیشہ متصادم رہتی تھی۔ بہر کیف ان تین صدیوں کے اندر عیسائی مقدسین نے مسیحی تعلیمات کا ایک ڈھانچہ تیار کیا۔ جو کم از کم زمانۂ اصلاح (Reformation) تک تمام یورپ کا لائحہ عمل رہا

ہم اس امر کو پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ وحشی اقوام کے نزدیک مرد

[۱] سینٹ پال کی تبدیلیٔ مذہب کا حال جیسا کہ ایپی فانیئس نے بیان کیا ہے بہت کچھ نتیجہ خیز ہے۔ پال جیسا کہ اس نے خود ظاہر کیا ہے طارسس کا رہنے والا تھا نہ کہ یروشلم کا۔ وہ طارسس سے یروشلم گیا اور وہاں بڑے پادری کی لڑکی کو دل دے بیٹھا۔ اور اسی غرض سے اس نے مذہب تبدیل کر ڈالا اپنی محبوبہ کے ساتھ شادی کی درخواست کی۔ لیکن ناقابل التفات سمجھی جا کر نامنظور ہوئی۔ اس پر غضبناک ہو کر اس نے رسم ختنہ سبت اور شریعت کی تردید میں بہت کچھ تحریر کیا۔ اس کی تحریروں کے اندر صنفِ لطیف کے خلاف جو زہر اگلا ہوا ہے وہ کسی ایسی قسم کی بے التفاتی کا نتیجہ بیان کیا جاتا ہے جو کسی عورت کی طرف سے اسکے تجربہ میں آئی تھی۔ منہ

اور عورت کے اعلےٰ اور ادنےٰ ہونے کا سوال چنداں وقعت نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ دونوں میں فرق کے قائل تھے۔ یہ فرق کسی مذہبی اور اخلاقی اصول پر قائم نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اسکی بنیاد زندقہ پر رکھی گئی تھی۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ عیسوئیت نے آکر کیا کیا؟ یہی کہ بربری اقوام کے ان خیالات فاسدہ کے ساتھ جو وہ جنس لطیف سے متعلق رکھتے تھے اپنے معتقدات مذہب کو جو عورت کی تذلیل و تحقیر پر مبنی تھے مخلوط کر دیا +

اس تحقیر و تذلیل کے نشو و نما کی داستان جو مقدسین کلیسیا کی تصانیف سے ملتی ہے جسقدر اہم اور ضروری ہے۔ اسیقدر دلکش اور دلاویز ہے۔ ہم پہلے مقدسین یونان کو لیتے ہیں۔ نہ صرف اسلئے کہ وہ دوسروں پر تقدم زمانی رکھتے تھے۔ اور اسی تقدم کا نتیجہ ہی ہے کہ عورت کی بیوقری کا نقشہ جو انھوں نے پیش کیا ہے وہ بہت کچھ خام اور غیر مکمل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ "متمدن" کفار کے ساتھ ان کے بہت قریبی تعلقات تھے +

اسکندریہ کے رہنے والے سینٹ کلیمنٹ کی تحریر سے جبکہ وہ بطور ایک محقق کے قلم اٹھاتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسکے زمانہ کے تعلیمیافتہ یونانی لوگ جنس ضعیف کے متعلق کسی قدر اچھے خیالات رکھتے تھے۔ پہلے پہل تو وہ یہ کہتا ہے۔ کہ عورت وہی سرشت لیکر آئی ہے جو مرد۔ لیکن جب سینٹ پال کے خطوط کے مشہور مضامین اسکی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ اسکی طبیعت میں تذبذب واقع ہونے لگجاتا ہے۔ اور اس پر یہودی خیال عورت کے متعلق غالب آنا شروع ہو جاتا ہے معہٰذا ہماری نگاہیں اس نفرت کو جو شادی کے متعلق ظاہر کیجاتی ہے تاڑ لیتی ہیں۔ اور جس کو ہمکو کلیسیائی غلطیوں میں سے ایک اہم غلطی سمجھتے ہیں +

اس جگہ یہ بیان کر دینا خالی از فائدہ نہو گا۔ کہ قدیم کلیسیائی فقیہوں نے اپنے اُن بھدّے اور بیہودے خیالات کی بنا پر جو وہ مرد و عورت کے متعلق رکھتے تھے

ہمیشہ یہ سمجھا ہی کہ شادی سے محض قوائے شہوانی کا تقاضا مراد ہے۔ اکثر اسکو بالکل ناجائز خیال کرتے تھے لیکن جو لوگ کسی قدر وسیع الخیال تھے انہوں نے انسانی فطرت کی کمزوری کو مدنظر رکھ کر اسکو جائز قرار دیا۔ مگر وہ تاہم اسکو نہایت سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کچھ تو اس بناء پر کہ وہ اس امر کو کہ شادی مسیح اور کلیسیا کے اتحاد کی علامت ہو سکتی ہے۔ اپنی تعلیمات و اصول مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کچھ اس لئے کہ وہ اس کو سفلی جذبات کا ایک بین ثبوت خیال کرتے تھے۔ مقدسین کلیسیا کا لب و لہجہ اس موضوع پر آجکل کے تعلیمیافتہ لوگوں کو نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر انھوں نے شادی کی مشروط اجازت نہ دی ہوتی تو ان کی زبان و قلم سے جس امر کا اظہار ہو رہا ہے وہ یہ ہے "کہ شادی ایک قطعی لعنت ہے"۔ اسکے متعلق چند ایک نقطۂ نظر کا پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کیونکہ ان سے معلوم ہو سکیگا کہ عیسائیوں کے اندر عورت کے متعلق کس قدر نفرت پائی جاتی تھی۔ اور اسی نفرت کو وہ لوگوں میں پھیلانا چاہتے تھے۔ مثلاً اینتھنی گورس دوسری شادی کو مہذب زنا سے تعبیر کرتا ہے اسکے یہ الفاظ ہر زمانہ میں زبان زد عام رہے ہیں۔ حتٰے کہ کلیسیا کی ایک مجلس اپنے ضوابط کے اندر اسکو بطور قانون کے شامل کر لیتی ہے کلیمنٹ کے نزدیک زنا کی حد فاصل ایک شادی سے زیادہ شادیاں ہیں۔ اس خرابی سے بچنے کیلئے وہ مندرجہ ذیل علاج تجویز کرتا ہے :-

سب سے زیادہ ضروری امر ہے کہ ہم عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں وہ جذبۂ الفت جو اس خواہش سے بھڑک اٹھتا ہے۔ جسکو ہم محبت سے موسوم کرتے ہیں۔ اس آگ کی طرف لیجاتا ہے۔ جو مشتعل ہونے کے بعد بجھ نہیں سکتی"

سینٹ اوریجن جو مقدسین کلیسیا کے طبقہ میں تصنیفات علمی کے اندر سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ وہ بھی شادی کے متعلق اسی قسم کی حقارت اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے "گو شادی کرنے والے مرد اور عورتیں مسیح کے نام کی طفیل سے ہلاکت سے بچ جائینگی لیکن

وہ کسی حالت میں بھی (مسیح) سے تاج نہیں پہنائی جائیگی"+

اس کے علاوہ کئی ایک دوسرے مقامات پر وہ پہلی شادی کے خلاف بھی صدائے نفرین بلند کرتا ہے +

دوسرے تین بڑے یونانی مقدسین سینٹ بسل سینٹ گریگری آف نیاسہ اور سینٹ گریگری آف نیزی این زم ہیں۔ باسل نے اولاً عورت کو دماغی قوٰی کے لحاظ سے مرد کے مساوی ظاہر کیا۔ اور محض جسمانی طاقت میں کم قرار دیا لیکن اس کے مذہبی احترام اور عہد نامۂ عتیق اور پال کی تعلیمات پر کورانہ ایمان نے اسکو اسبات کے کہنے پر مجبور کیا ہے۔ کہ" ان کا طرز عمل عورت کے متعلق ایک راز سربستہ ہے" سینٹ گریگری آف نیاسہ گو خود بنفس نفیس شادی شدہ بشپ تھا لیکن تاہم وہ تجرد کی مدح سرائی کرتا ہے سینٹ گریگری آف نیزی این زم عورت کے متعلق اور ہی غضب ڈھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اس کا کمال عقل اطاعت ہے۔ اس کا گھر اس کا شہر ہونا چاہئیے۔ اسکو بیاہ شادی اور بپتسمہ کی مجالس سے احتراز کرنا چاہئیے۔ اور معاملات ملکی میں ذرا بھی توجہ نہیں دینی چاہئیے۔ بہ نسبت اس کے مبارک ہے جو تجرد کی زندگی بسر کرتی ہے۔ اور خدا کی شکل جو اسکو ودیعت کی گئی ہے۔ اسکو شہوانی خواہشات کی نجاست سے آلودہ نہیں ہونے دیتی۔ کلیسیا کے ساتھ مسیح کے اتحاد اور شادی کا مقابلہ جو سینٹ پال نے کیا ہے۔ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہی صاحب لکھتے ہیں:-

"اس عبارت کی رو سے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا مجھے مذموم معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اگر دو مسیح ہو سکتے ہیں۔ تو دو خاوند یا دو بیویاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن جب مسیح ایک ہی ہے۔ اور وہی ایک کلیسیا کا مطاع ہے۔ تو لازماً شادی بھی ایک ہی ہے اور کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔ مگر جس صورت میں وہ دوسری شادی کی بھی ممانعت کرتا ہے۔ تو پھر تیسری شادی کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔ (میرا فیصلہ یہ ہے کہ) پہلی شادی محبت ہے۔ دوسری عیاشی اور تیسری ظلم لیکن جو ان حدود سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ وہ انسان نہیں حیوان ہے"۔

کلیسیا کے عظیم الشان مُقدّس ہستیوں کی اس قسم کی تحریریں از سرتا پا صنفِ
لطیف کی تحقیر و تذلیل سے لبریز ہیں۔ بالآخر وہ کہتا ہے :۔

کہ بیشک بھوت کی سرشت میں سخت تندی اور افعی کی طبیعت میں سخت
مکاری ہوتی ہے۔ لیکن عورت ان دونوں کی جامع واقع ہوئی ہے نعوذ باللہ من ذالک
سینٹ جان کرشاسٹم جو ایک ہردلعزیز واعظ تھا۔ اور جس کے اردگرد عورتوں
کا ایک جمعِ غفیر جمع رہتا تھا۔ وہ بھی پورا پورا پاپوسی یا مقلد پال ہے صنفِ لطیف
کی کسی خفیف سی حرکاتِ بیداری کی علامات کو بھانپ کر وہ بزور رکھتا ہے کہ اس کا
حق نہیں کہ وہ (مردوں سے) مساوات کا مطالبہ کرے کیونکہ قدرت نے اس کو
ماتحت رکھا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اس نے عورتوں کے متعلق عجیب عجیب ۔۔۔ تجویز
کئے ہیں کہیں اس کو ایک "لازمی خرابی"۔ "ایک پسند خاطر بلاء جان" لکھا ہے کہیں
"مہلک سامانِ دلبستگی"۔ اور کہیں "خوبصورت بلا" ظاہر کیا ہے +

لیکن جب ہم یونانیوں سے رُومی مقدسین کی طرف عنان توجہ مبذول کرتے ہیں اور
ان کی تحریروں پر نظر تنقید ڈالتے ہیں تو صنف لطیف کی تحقیر و تذلیل کی ایک زیادہ
سنجیدہ شکل ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے +

ٹرٹولین جو لاطینی مقدسین میں سب سے پہلے ہوا ہے۔ اور جو رہبانیت کی ایک بولتی ہوئی
تصویر ہے۔ اپنی حسب معمول آتش زبانی کے ساتھ اپنی کتاب کے پہلے فقرہ میں ہی
اس طرح شرر باری کرتا ہے :۔

"اگر تمہارا ایمان ایسا ہی غیر متزلزل اور مستحکم ہو۔ جیسا کہ اس کا ابدی اجر۔
تو اے میری عزیز بہنو! تم میں سے کوئی بھی جس کو اپنے نفس کا اور اپنے محبت کرنیوالے
خداوند کا علم ہو خوشنما لباس زیب تن کرنا پسند نہیں کریگی۔ بلکہ وہ چیتھڑوں کو
موجب صد زیب و زینت سمجھیگی۔ اور خاک اور دھول سے آلودہ تن رہنا اپنے لئے
باعث عزت خیال کرے گی۔ گویا وہ حوا ہے۔ جو اپنے کئے پر نادم اور اندوہگین ہے"۔

پھر ایک اور مقام پر وہ عورتوں سے ان الفاظ میں خطاب کرتا ہے" :۔

کیا تم جانتی ہو؟ کہ تم میں سے ہر ایک حوّا ہے۔ خدا کا حکم تمہارے طبقہ کے متعلق اب بھی قائم ہی لہذا جب حکم قائم ہے تو جرم بھی ضرور موجود ہونا چاہیئے تم شیطان کے ورثے کے ہو۔ تم شجر ممنوعہ کی مُہر توڑنے والی ہو۔ تم الٰہی قانون کی سب سے پہلی تارک ہو۔ تم ہی وہ ہو جنہوں نے اس شخصیت کو اپنے دام تزویر میں پھنسالیا کہ جس پر شیطان کو قابو پانے کی جرأت نہیں پڑتی تھی۔ تم نے "خداوند کی شکل" (مرد) کو تباہ و برباد کیا۔ تمہاری سزا سے موت کے بدلہ میں خداوند خدا کے بیٹے کو صلیب پر مرنا پڑا"۔

یہی بزرگوار تجرد کی مدحت سرائی میں سب سے زیادہ رطب اللسان ہیں! اور شادی کی ممانعت پر اسقدر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کہ بالآخر یہ کہنے پر جرأت کرتے ہیں کہ "شادی اور زنا میں کچھ نمایاں فرق نہیں"۔

افریقہ کا ایک اور بڑا مقدس سینٹ سائی پرین اپنے فتاووں میں کسی قدر اعتدال پسند نظر آتا ہے۔ یہ حضرت محض ان الفاظ پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ "کہ عورت ایک ہتھیار ہے۔ جو شیطان مردوں کی رُوحوں کو قبضۂ تصرف میں لانے کیلئے استعمال کرتا ہے"۔

سینٹ آگس ٹائن جو بالطبع نہایت شرافت پسند واقع ہُوا ہی کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے قابل ترین اشخاص میں سے تھا۔ وہ بھی کسی موقعہ پر عورت کی تحقیر سے نہیں چُوکتا۔ کتاب پیدائش کی تفسیر کرتے ہوئے وہ ایک جگہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے، کہ "عورت کے پیدا کرنے کی کیا علت غائی تھی"؟ اور اسکو اس سوال کا اس سے بہتر جواب نہیں سُوجھتا۔ کہ "بقائے نسل کی اشد ضرورت کیلئے"۔ پھر خود ہی کہتا ہے کہ شاید وہ یعنے عورت اس کے خلق کی گئی ہے کہ مرد کے ساتھ بطور رفیق زندگی کام دے سکے۔ لیکن پھر اسکی بھی تردید کردیتا ہے۔ اور کہتا ہی کہ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ دو مرد آپس میں بیٹھ کر حظ صحبت سے محظوظ ہو لیتے۔ اس کے بعد اپنے سوال کا بہترین حل اسکو یوں ملتا ہے۔ کہ عورت درحقیقت ہبوط آدم کے اس سانحہ

انجام دینے کیلئے پیدا کی گئی تھی۔ جو قضا و قدر نے پہلے سے ہی مقدر کر رکھا ہے +
میں اب بنظر اختصار محض چند مقدسین کے حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتا ہوں
سینٹ ایمروس عورت کو یاد دلاتا ہے۔ کہ
اسکو خدا کے ہمشکل ہونے کا شرف حاصل نہیں جو مرد کو ہے" سینٹ برنرڈ
اس کا نام شیطان کا ہتھیار رکھتا ہے سینٹ انتھنی اسکو شیطان کی رسیوں کی بانی مبانی"
کے الفاظ سے یاد کرتا ہے سینٹ بونا وینچر اس کو ایک بچھو سے جو ہر وقت نیش زنی
پر آمادہ ہو" خطاب کرتا ہے۔ اور بالآخر سینٹ تھامارکس اس کے متعلق یوں
گلفشانی کرتا ہے :-
میں نے تمام لوگوں کے اندر عصمت اور پاکدامنی کی تلاش کی۔ جو ان کیلئے واجبی ہے
لیکن یہ متاع بے بہا مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ البتہ ایک شخص کو ہزاروں مردوں میں سے
ایک مرد پاکدامن مل سکیگا لیکن عورتوں میں سے ایک بھی نہیں ملیگی + (باقی آئندہ)

[illegible]

راز حیات یا اکسیر عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روز مرہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال سب کچھ انسانی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی تر و تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے۔ قیمت بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

سلک مروارید

بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

بیان دس زبردست معرکۃ الآراء لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

ضرورت الہام

بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور عقلی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے اور الہامی ہی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲ مجلد [illegible]

مکالمات ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ انہیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید ہیں۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

صلائے نصرت به اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جس میں ترغیبات حاضرہ قرآنی آیات و احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے۔ قیمت بلا جلد [illegible]

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

قیمت [illegible] مجلد [illegible]

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

براہین نیرہ حصہ اول

معروف به ترنم و کامل الہام

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ بلکہ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

اسوۂ حسنہ

معروف به ترنم و کامل نبی — قیمت [illegible] مجلد [illegible]

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

[illegible] دروازہ لاہور [illegible] کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی [illegible] اشاعت اسلام [illegible] عزیز منزل لاہور سے شائع کیا